

مدارسِ دینیہ کیلئے لمحہ فکریہ

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
منسٹر ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی، آئرلینڈ

مدارسِ دینیہ کیلئے لمحہ فکریہ

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

منسٹر ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی، آئرلینڈ

یہ مضمون روزنامہ امت اخبار کے ادارتی صفحہ پر ہفتہ ۱۷ محرم الحرام
۱۴۴۵ھ، ۵ اگست ۲۰۲۳ سے قسط وار چھپ چکا ہے۔

یہ مضمون روزنامہ اسلام اخبار کے ادارتی صفحہ پر بدھ ۱۴ محرم الحرام
۱۴۴۵ھ، ۲ اگست ۲۰۲۳ سے قسط وار چھپ چکا ہے۔

مدارسِ دینیہ کیلئے لمحہ فکریہ

مدارسِ دینیہ علوم و معارف کے ایستادہ مینار ہیں، تقویٰ کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور یہیں سے امتِ مسلمہ کو قران و سنت کی صحیح تشریح ملتی ہے۔ مدارس سے فارغ علمائے کرام اور مفتیانِ کرام، امت کو فکری و نظریاتی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ انہی مدارس سے امت کو وہ رجال اللہ ملتے ہیں جو کہ مختلف محاذوں پر کام کرتے ہیں تا کہ امت کی بنیادی دینی ضروریات پوری ہوں، نیز یہ علمائے کرام سیاسی، سماجی، و معاشرتی میدان میں بھی اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ ان مدارس سے حفاظِ کرام، شیخ الحدیث، قاری، مفتی، عالم، فقیہ، مفسر، مبلغ، مناظر، عربی علوم کے ماہر، مصنف، اور دینی علوم کو اپنی اصلی حالت میں اگلی نسل تک پہنچانے والے رجال اللہ پیدا ہوتے ہیں۔ انہی مدارس سے ہمیں عربی اور اردو ادب کو فروغ دینے والے بے نظیر علمائے کرام بھی نظر آتے ہیں، انہی میں تاریخ دان بھی ہیں اور صرف و نحو کے ماہر بھی اور انہی مدارس سے وہ علمائے کرام بھی تیار ہوتے ہیں جو کہ ہر محاذ پر باطل قوتوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور امتِ مسلمہ کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

جب ہم ان مدارس کا تقابل عصری تعلیمی اداروں یعنی کالج و یونیورسٹیوں سے کرتے ہیں تو جو بنیادی خصوصیات ہمیں ان مدارس میں نظر آتی ہے وہ تقویٰ، اخلاص اور للّٰہیت ہے۔ ان خصوصیات کا حصول طلبائے کرام مدارس کے مُتَّقِیانَہ ماحول میں کئی سال گزارنے کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مدارس میں مطبخ میں بھی متقی لوگوں کو

کھانا پکانے کی ذمہ داریاں تفویض کی جاتی ہیں تاکہ طلبائے کرام کو جو کھانا ملے ان میں اُن کے ذکر کے انوارات بھی شامل ہوں۔ بعض مدارس میں کھانا بناتے وقت قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے تاکہ کھانا بھی نور بن کر ان طلبائے کرام کو مزید تقویت دے اور روحانی ترقی کا ذریعہ بنے۔ بعض فاضل علمائے کرام مشائخ کے ساتھ صحبت اختیار کرتے ہیں اور سلوک واحسان کے درجات طے کرتے ہیں اور مشائخ سے فیض حاصل کرنے کے بعد امت کی باطنی اصلاح میں مصروفِ عمل ہوجاتے ہیں۔ بعض علمائے کرام دعوت و تبلیغ کی محنت میں جڑ کر اپنی زندگی دین کی محنت میں صرف کر دیتے ہیں، بعض علمائے کرام دینی تعلیم کو فروغ دینے کیلئے درس و تدریس اور افتاء کے شعبوں سے منسلک ہوجاتے ہیں اور بعض اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے سنت کیلئے اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں۔ غرض یہ تقویٰ، اخلاص، للّٰہیت اور تربیت ظاہر و باطن ہی ہے جو کہ ان مدارسِ دینیہ کا خاصہ ہے۔اب اگر یہ اخلاص، تقویٰ اور للّٰہیت مدارسِ دینیہ سے عَنْقا کردی جائے تو عصری علوم کے اداروں سے فراغت حاصل کرنے والوں اور مدارسِ دینیہ سے فارغ علمائے کرام میں کیا فرق رہ جائے گا؟اور کس طریقے سے ان دینی مدارس سے فارغ علمائے کرام معاشرے میں سدھار پیدا کر سکیں گے ؟ اور پھر کس طریقے سے ان دینی مدارس سے فارغ علمائے کرام اسلام اور ملک وملت کو اپنے ذاتی مفادات پر ترجیح دیں گے ؟ نیز پھر ان مدارس سے فارغ ہونے والوں میں اور مغربی ممالک کے لادینی عصری اداروں سے دینی اسلامی تعلیم حاصل کرنے والوں میں کیا فرق رہ جائے گا؟

غرض یہ مدارسِ دینیہ ہی ہیں جو کہ دین کو اپنی اصل شکل میں قائم رکھنے میں معاون و مددگار ہیں۔ مسلمانوں کو کمزور اور ختم کرنے کیلئے باطل کی چالوں میں سے

ایک چال یہ ہے کہ کسی طریقے سے مدارسِ دینیہ کو کمزور اور ختم کر دیا جائے۔ باطل قوتوں کا زور اس بات پر ہے کہ مدارسِ دینیہ خدانخواستہ کچھ اس شعر کی مصداق ہو جائیں کہ بقول شاعر۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک

نہ زندگی نہ محبت، نہ معرفت نہ نگاہ!

راقم کا یہ مضمون مدارس میں ہونے والے ارتقاء سے متعلق ہے
جس کو راقم نے اپنے مدارس سے متعلق کئی سال سے زیادہ کے مشاہدات اور تَعامُل میں محسوس کیا۔ راقم نے مدارس سے باضابطہ تعلیم تو حاصل نہیں کی ہے البتہ مدارس، علمائے کرام اور مفتیان کرام سے گہرا تعلق اور قلبی لگاؤ ہے۔ اس مضمون میں ارباب مدارس اور اکابرین امت کی خدمت میں راقم بحیثیت کمپیوٹر سائنسدان، جو کہ مدارس کے نظام کو باہر سے دیکھ رہا ہے اور اپنے تاثرات و مشاہدات قلمبند کر رہا ہے، اپنی چند گزارشات بڑے دردِ دل سے پیش کر رہا ہے تا کہ اکابرین مدارس، مدارسِ دینیہ کی ظاہری اور باطنی حفاظت کے بارے میں مزید فکر فرمائیں۔ بندہ کو اپنی کم علمی کا احساس ہے اور بندہ سراسر خطاکار ہے، بس اس امید سے یہ کچھ سطور لکھ رہا ہے کہ قارئین لکھنے والے کو نہ دیکھیں گے بلکہ جن اسلاف کی خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے اُن کو دیکھیں گے اور انہی کا اتباع بھی کریں گے۔ امید قوی ہے کہ بندہ کی اس جرات، جسارت، کمی کوتاہی آداب کو حضرات علمائے کرام اور اکابرین درگزر فرمادیں گے جزاھم اللہ خیراً احسن الجزا فی الدارین۔

تاریخی طور پر مدارسِ دینیہ کو کمزور اور ختم کرنے کی بے شمار کوشش ہوتی رہی ہیں اور آج بھی ایسی کوششیں جاری ہیں۔ تاہم اگر ہم مدارس کو ختم کرنے کی کوششوں کا جائزہ لیں تو اُن کی دو بنیادی اقسام ہیں۔ اول ظاہری کوششیں ہیں اور دوم خفیہ کوششیں ہیں۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی ظاہری کوششیں

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی جو ظاہری کوششیں ہیں ان میں عالمی اِستعماری قوتوں کا حکومتِ وقت پر اثر انداز ہو کر ایسی پالیسیاں مرتب کروانا ہوتا رہا ہے جن سے مدارس کو سرے سے ہی ختم کر دیا جائے یا کم از کم مدارس اور عوام کے رشتے کو کمزور کیا جائے۔ مثلاً موجودہ مدارسِ دینیہ کی رجسٹریشن کے عمل کو پیچیدہ بنانا، نئے مدارس بنانے میں قانونی وانتظامی پیچیدگیاں پیدا کرنا، بار بار مدارسِ دینیہ کو مختلف حکومتی محکموں کے زیرِ اثر لانا، مدارس کو مالی امداد ملنے والے ذرائع جن میں زکوۃ، صدقات وغیرہ شامل ہیں کو کنٹرول کرنا، عِیدُ الاَضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی کھالوں کو مدارس تک نہ پہنچنے دینا سے لے کر میڈیا پر مدارس کے خلاف منظم پروپیگنڈہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان ساری باطل کی کوششوں کے سدِباب کیلئے الحمدللہ علمائے کرام کوششیں کرتے آئے ہیں اور اپنی جانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اللہ پاک پاکستان بھر کے علمائے کرام کو عمومی طور پر اور خصوصی طور پر وفاق المدارس کے گزشتہ اور موجودہ اکابرین کو جزائے خیر دے کہ ان حضرات کی مدارس کو بچانے کی کوششیں لائق تحسین ہیں۔ مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی ظاہری کوششوں پر دیگر حضرات نے پیشتر گفتگو فرمائی ہے لہذا ہم کوشش

کریں گے کہ اس مضمون میں ہم مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں پر تھوڑی تفصیل میں بات کریں۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششیں

مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں کا مقصد یہ ہے کہ مدارس کو اس کے اصل مقصد سے ہٹایا جایا تاکہ وہاں سے تقویٰ، للّٰہیت اور اخلاص کو سرے سے ختم کر دیا جائے۔یعنی پھر مدارس تو رہیں، درس و تدریس بھی ہو، طلبائے کرام بھی رہیں، مفتیانِ کرام بھی رہیں، "علماء" اور "مفتی" بھی تیار ہوں مگر اُن میں سے وہ تقویٰ، اخلاص ،للّٰہیت، دینی پختگی اور تصلّب کی بنیادی روح غائب کر دی جائے یا کمزور کر دی جائے جو کہ مدارس کا خَاصَہ ہے۔دیکھیئے مدارسِ دینیہ کے مقاصد و موضوع بالکل واضح ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمتہ اللہ علیہ نے بارہا اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ

> "ہماری دینی درسگاہوں کا اصل موضوع علوم کتاب و سنت ہیں، انہیں کی افہام و تفہیم، تَعَلُّم و تعلیم، توضیح و تشریح، تعمیل و اتباع اور تبلیغ و دعوت اور ایسے رجال کار پیدا کرنا ہے جو اس تسلسل کو قائم رکھ سکیں، بس یہی ان مدارس کا مقصودِ اصلی ہے"
>
> (حرفِ آغاز، ماہنامہ دارالعلوم، ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ، مطابق مئی ۲۰۰۷)۔

قارئین، آپ بار بار مدارس کے مقصد کو پڑھیئے کہ مدارسِ دینیہ کا اصل مقصد کیا ہے۔اب ہم غور کریں کہ مدارس کو ختم و کمزور کرنے کی ظاہری کوششوں کا تو ہمیں کافی حد تک ادراک ہے، وہ ہمیں نظر بھی آتی ہیں اور اس کے تدارک کیلئے ممکنہ تدبیریں بھی اختیار کی جاتی ہیں مگر مدارس کو ختم وکمزور کرنے کی جو خفیہ کوششیں ہیں اُن کو عوامی سطح پر سمجھنے کی اور اُن کے خلاف بھی کافی مضبوطی کے ساتھ کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اللہ پاک ہمارے اکابرین کو جزائے خیر دے کہ نہ صرف یہ کہ وہ ان ظاہری کوششوں سے بھی واقف ہیں بلکہ وہ خفیہ کوششوں کا بھی پورا ادراک رکھتے ہیں اور اس کیلئے وقتاً فوقتاً تدارک کی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششیں کئی جہتوں پر مُحیط ہیں، ہم ان میں سے کچھ کا تذکرہ یہاں پر کرتے ہیں تاکہ عوامی سطح پر حالات کی سنگینی کا احساس ہو اور ہم اس کے تدارک کیلئے مادی اسباب کے ساتھ ساتھ رجوع الی اللہ کو اختیار کریں تاکہ مدارسِ دینیہ کی حفاظت ہو۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ا: نصاب میں جوہری تبدیلی

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش مدارس کے نصاب میں جوہری تبدیلی کی ہے مگر الحمد للہ حضرات علمائے کرام اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے ہیں ۔اس تناظر میں کبھی یہ دعوت دی گئی کہ مدارس سے سائنسدان، انجینئر، ڈاکٹر اور وکیل فارغ ہونے چاہییں، تو کبھی یہ دعوت دی

گئی کہ مدارس کو کمپیوٹر کی تعلیم لازمی دینی چاہیے۔ دیکھیے، ضرورت کے درجے میں تو ان عصری علوم کا مدارس میں آنے سے تو کوئی انکاری نہیں مگر بنیادی مقصد ہی سے ہٹ کر مدارس سے یہ توقع رکھنا کہ یہاں سے ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، محققین، معاشی ماہرین، وکلاء نکلیں گے، یہ بات قطعاً درست نہیں اور مدارس کے مقاصد کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔(مزید تفصیل کیلئے دیکھیے مضمون ”سائنسی تحقیق، عصری علوم، اور دینی مدارس“، ماہنامہ بینات، ربیع الاول ۱۴۴۳ھ نومبر ۲۰۲۱)۔

اسی نصاب کی تبدیلی کے حوالے سے ذیل کا اقتباس کافی اہمیت کا حامل ہے۔

”اگلے دن بعد مغرب اسی مدرسے میں ایک مقدس بزرگ شیخ محمد عبد الکریم (حفظہ اللہ) کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ وہ حضرت شیخ امجد الزھاوی رحمتہ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے ہیں اور انہوں نے عصری جامعات کے ”ڈگری زدہ“ طریقے کے بجائے قدیم طریقے پر ماہر اساتذہ و شیوخ سے علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی ہے۔ ”ماجستیر“ اور ”دکتوراہ“ کے اس دور میں ایسے علماء کی قدر و قیمت پہچاننے والے بہت کم ہیں۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ علمِ دین کی جو خوشبو اور شریعت و سنت کی جو مہک ان بوریہ نشینوں کے پاس محسوس ہوتی ہے، وہ عموماً

یونیورسٹیوں کے عالیشان عمارتوں اور ان کے پر تکلف ماحول میں نظر نہیں آتی۔اس لئے جہاں کہیں جانا ہوتا ہے، ایسے علماء کی تلاش رہتی ہے۔

شیخ موصوف مدرسے کے پہلو میں ایک سادہ سے فلیٹ میں مقیم ہیں۔قدیم عربی طرز کی نشست، آس پاس کتابوں کے ڈھیر، دروازہ ہر آنے والے کیلئے کھلا ہوا، چہرہ ہمہ تن گلاب کی طرح متبسم، باتوں میں بلا کی معصومیت، برجستگی اور بے تکلفی، تصنع اور دکھاوے سے کوسوں دور۔پہلی ہی نظر میں زیارت سے دل باغ باغ ہو گیا۔

ڈاکٹر محمد شریف صاحب (مستشاروزارۃ الاوقاف) نے شیخ کو پہلے سے فون پر ہمارے آنے کی اطلاع کر دی تھی، اور شیخ یہ سن کر بہت مسرور تھے کہ ناچیز کو انہی پرانے طرز کے دینی مدارس اور ان کے علماء سے خادمانہ نسبت حاصل ہے۔چنانچہ ابتدائی سلام و کلام کے بعد ان کا پہلا سوال ہمارے مدارس کے نصاب و نظام سے متعلق تھا۔اور جب میں نے اپنی درسی کتب میں سے کافیہ، شرح جامی، شرح تہذیب، نورالانوار اور توضیح جیسی کتب کا نام لیا تو وہ تقریباً چیخ پڑے، اور وصیت فرمائی کہ اس قسم کی ٹھوس استعداد پیدا کرنے والے نظام تعلیم کو آپ کبھی نہ چھوڑیئے،

کیونکہ ہم اس نظام کو چھوڑنے کے نتائجِ بد اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔"

(حضرت مفتی تقی عثمانی مد ظلہ، جہانِ دیدہ، صفحہ ۲۲، ادارۃ المعارف، کراچی)

بقول شاعر

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۲: انگریزی کا علم

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش علمائے کرام کو انگریزی سکھانے کے خوشنما عنوان سے ہے جس کا مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ انگریزی سیکھ کر علمائے کرام دین کی ترویج و اشاعت مزید موثر طریقے سے کر سکیں گے۔ ذیل میں ہم کچھ اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے ہماری تشویش کو قارئین کو سمجھنے میں سہولت ہو گی۔

"مدارسِ دینیہ چونکہ اسلام، اسلامی تہذیب و ثقافت، اور امتِ مسلمہ کی چودہ صدیوں کے عظیم الشان دینی اور علمی ورثہ کے امین ہیں، مدارس کی شبانہ روز محنتوں سے اسلام اپنی حقیقی روح و عمل کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے۔ یہ مدارس ہی ہیں جن کی جہدِ پیہم کی وجہ سے آج برصغیر پاک و ہند استعمار کی شدید

ترین کوششوں کے باوجود "اندلس" نہیں بن سکا ہے، مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ساٹھ سے زائد مسلمان ممالک اپنے تمام تر وسائل کے باوجود بھی ان استعماری سازشوں کا مقابلہ نہیں کر سکے، بلکہ اس پر مستزاد دُکھ دینے والی صورتِ حال یہ ہے کہ اکثر مسلم ممالک استعماری سازشوں کا شکار ہو کر ان کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔ چوں کہ مغربی استعماری قوتوں کو اس بات کا بخوبی ادراک ہے کہ ان کے منصوبوں کی تکمیل کی راہ میں آخری رکاوٹ "دینی مدارس" ہیں، اس لئے ان کا سارا زور اس بات پر ہے کہ کسی بھی طرح سے مدارس کو موجودہ "دہشت گردی" کے ساتھ نتھی کر کے اُنہیں راہ سے ہٹا دیا جائے، اگر ایسا نہ ہو سکا (اور یقیناً نہیں ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ!) تو ان کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں کروائیں جائیں کہ مدارس سے بھی "لارڈ میکالے" کے دیئے ہوئے نظامِ تعلیم کی طرح انہی کے پروردہ لوگ نکلیں، جن میں دنیا کو حقیقی اسلام سے متعارف کروانے کی صلاحیت مفقود ہو، جو ہر طرح کے جزبۂ حریت سے خالی ہوں۔"

(مفتی ابوالخیر عارف محمود، اگر یہ مدارس نہ رہے تو!، ماہنامہ بینات، محرم الحرام ۱۴۳۸ھ، نومبر ۲۰۱۶)

اکبر الہ آبادی مرحوم کا مشہور شعر ہے، بقول شاعر؎

مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

"حاصل یہ ہے کہ مغربی ذہنیت یہ ہے کہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو زیر کرنے کیلئے تیغ وسنان کے بجائے، تعلیم کے نام پر دماغوں اور مزاجوں کو بدل دیتے ہیں اور اپنے نظریات و خیالات کے مطابق انکو ڈھال لیتے ہیں، میں اوپر اس نظام تعلیم کے بانی "لارڈ میکالے" کی تصریح نقل کرچکا ہوں کہ وہ اس نظام سے ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا چاہتا تھا جو رنگ و نسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مزاج اور فکر اور نظریات و خیالات کے لحاظ سے انگریز ہو، کیا اس کے بعد بھی کسی کو ہماری بات کی صداقت میں شک وشبہ کی گنجائش ہے؟"۔

(ماہنامہ دارالعلوم ، شمارہ7، جلد 89 :، جمادی الاول، جماد ی الثانی 1426ہجری مطابق جولائی2005ء)

یعنی اگر ہم اوپر کے اقتباس میں تھوڑی تبدیلی کریں تو اب باطل قوتیں، مدارس کے اندر اپنی خفیہ کوششوں کو بَرُوئے کار لاتے ہوئے ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اپنے ظاہری حُلیے کے اعتبار سے تو "عالم" اور "مفتی" ہوں مگر مزاج اور فکر اور نظریات و خیالات کے لحاظ سے لادینی ہو اور دَر پَرْدَہ مدارس کے نظام کے اندر رہتے

ہوئے اور ”مولانا“، ”مفتی“ کے ٹائٹل استعمال کرتے ہوئے مدارس کے نظام کو گُھن کی طرح کھوکھلا کر دیں۔ بقول شاعر

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کے غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

”اس مقصد کے حصول کیلئے سب سے آسان اور بہتر راستہ ایسا نظام تعلیم جاری کرنا تھا، جو مسلمان نوجوانوں کے دل و دماغ سے دینی روح، جذبہ اسلامی اور فکر اسلامی کو یکسر ختم کر دے، اور ان میں ایسا مادی نقطہ نظر پیدا کر دے جو انہیں مادی زندگی کا رسیا اور عارضی و فانی زندگی کا دلدادہ بنادے، خود اعتمادی جاتی رہے، اور شک و ریب میں مبتلا ہو جائے۔“

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، نقوشِ اقبال، صفحہ ۱۳۰)

دیکھیے، ہم قطعاً انگریزی زبان ضرورت کے درجے میں سیکھنے کے مخالف نہیں ہیں مگر جو ہماری تشویش ہے وہ یہ کہ انگریزی سیکھنے کے عنوان سے کہیں ہم لاشعوری طور پر باطل کے ہاتھوں میں نہ چلے جائیں اور اسطرح مدارس کے مقاصد کو نقصان پہنچے۔ عصری تعلیمی اداروں کا تو حال کچھ ایسا ہے کہ بقول شاعر۔

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار
ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بے زار

مگر کیا یہی کچھ ہم مدارس میں بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مدارس طرزِ سلف سے بے زار ہو جائیں؟ میں نے کئی علمائے کرام سے باتیں کی ہیں تو مجھے عجیب تشویش محسوس ہوئی کہ جن نوجوان مفتیانِ کرام نے انگریزی پڑھ لی ہے تو ان کے اندر میں نے بات کی تردید کرنے کے انداز میں تکبُّر، تعَلّی، تفَوُّق محسوس کیا اور جن علمائے کرام نے انگریزی نہیں پڑھی، ان کے اندر میں نے تواضع اور عاجزی محسوس کی، میری بات کو انہوں نے سمجھنے کی کوشش کی، اور مجھ سے بہت سے سوالات کئے اور پھر انہوں نے میری بات کو مانا بھی اور تسلیم بھی کیا اور ان کے اندازِ گفتگو میں عاجزی کا عنصر تھا۔ اور دوسری طرف ایسے علمائے کرام جو انگریزی سیکھے ہوئے ہیں اور جنہوں نے پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے اور "ڈاکٹر" کا ٹائٹل اپنے ساتھ لگا لیا ہے، ان سے بھی میں نے باتیں کیں مگر ان کے انداز سے مجھے محسوس نہیں ہوا کہ میرے سے جو ہمکلام ہے وہ کوئی مدرسہ کا بہت بڑا مفتی ہے جس نے قرآن اور حدیث اور بخاری شریف پڑھی ہو۔ یہ میری فیلنگز ہیں اور

میں بڑے درد سے کہتا ہوں کہ اہلِ مدارس اس طرف توجہ دیں کہ انگریزی جب سکھائیں تو اس بات کی طرف توجہ فرمائیں کہ ہم آئندہ نسل میں کیا منتقل کر رہے ہیں۔ حضرت مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مقولہ بھی سنا کہ ''مولوی جب انگریزی پڑھ لیتا ہے تو اس کا دماغ آسمان پر ہو جاتا ہے سوائے مفتی تقی کے''۔ کہ انگریزی پڑھ کر حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہ کا دماغ آسمان پر نہیں چڑھا۔ یہ بات اب مجھے اپنی آنکھوں سے نظر آ رہی ہے کہ اکابر اور جید مفتیانِ کرام تو انگریزی سیکھ کر بھی عاجزی، تواضع، اور للّٰہیت کے پیکر ہیں اور جب اُن حضرات کے سامنے حق بات رکھی گئی تو انہوں نے اسے قبول فرمالی جبکہ نوجوان مفتیانِ کرام جنھوں نے انگریزی سیکھ لی ہے اور ''ڈاکٹر'' کا ٹائٹل بھی لگالیاہے، اُن میں راقم کو یہ صفات نظر نہیں آئیں، البتہ چند ایسے بھی تھے جو واقعی اکابر کی طرز پر برقرار تھے انکے اندازِ گفتگو میں عاجزی انکساری کا عنصر محسوس ہوا۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۳: اسمارٹ فون کا بے دریغ استعمال

موبائل فون (اسمارٹ فون) کا مدارس میں اور خاص طور پر طلبائے کرام میں بے دریغ استعمال بھی مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش ہے۔ مدارسِ دینیہ کے طلباء کو پابند کیا جائے کہ وہ موبائل فون پر دوران تعلیم اجتناب برتیں۔ اس اجتناب کا مقصد ٹیکنالوجی کا انکار نہیں مگر مدارس میں تقویٰ کے معیار کو قائم رکھنا اور طلبائے کرام کو اُن کے اصل مقصد یعنی دینی تعلیم کی طرف پورے

انہماک کے ساتھ توجہ دینے کی ایک کوشش ہے۔ اسی تناظر میں حضرت شیخ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا طلبائے کرام سے جامعہ دارالعلوم کراچی، آغاز تعلیمی سال ۱۴۴۴-۱۴۴۵ ہجری کے موقع پر ہونے والا بیان بھی کافی اہمیت کا حامل ہے جس میں اسمارٹ فون کو عظیم بلاء گردانا گیا ہے اور خاص طور پر طلبائے کرام کو دورانِ تعلیم اس سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو اور تقویٰ کا حصول ممکن ہو سکے۔

موبائل فون (اسمارٹ فون) کی ظاہری و باطنی تباہ کاریوں سے کون انکار کر سکتا ہے۔ مغربی ترقی یافتہ ممالک کے اندر بھی جو سائنسدان، محققین، اور پروفیسر حضرات سنجیدگی سے کام کرتے ہیں اور سائنس کی دنیا میں اپنا نام پیدا کرتے ہیں وہ بھی موبائل فون سے عملاً دور رہتے ہیں اور اپنے تحقیقی اور سائنسی کام پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور بقدر ضرورت موبائل فون کو استعمال کرتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا راز یہ نہیں ہے کہ وہ موبائل فون میں اس حد تک منہمک ہو گئے ہیں کہ چوبیس گھنٹے اسی میں لگ گئے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ دنیا کے نامور محققین، سائنسدان، اور علمی شخصیات کا پورا ایک نِظامُ الاَوقات مرتب ہوتا ہے اور اُسی کے تحت وہ اپنی پوری زندگی گزارتے ہیں اور یہی کچھ ہمارے علمائے کرام بھی بتلاتے ہیں۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ طلبائے کرام تو موبائل فون کے اس فتنے میں پڑ ہی گئے تھے، اچھے اچھے علمائے کرام بھی ہر وقت موبائل فون کے ساتھ لگے ہوتے ہیں اور بہت ہی زیادہ سوشل میڈیا کو استعمال کرنے لگ گئے ہیں جن میں کئی مفاسد ہیں۔ نیز سوشل میڈیا پر ہونے والے گناہوں سے بچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ میوزک، نامحرم کی تصاویر، جاندار کی تصاویر، وقت کا ضیاع،

اور سیاسی و غیر فائدہ مند مواد سے بچنا تقریباً نا ممکن ہے۔ لہذا اگر ہم نے مدارسِ دینیہ کے تقویٰ کو قائم رکھنا ہے تو موبائل فون کو مدارس سے بالکل دور رکھنا ہو گا۔

راقم جب فرانس میں پی ایچ ڈی کرنے گیا تو وقت میں برکت کیلئے علمائے کرام سے مشورہ کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ موبائل فون اور سوشل میڈیا سے بالکل دوری اختیار کر لو اور صرف اپنے تحقیقی کام پر فوکس کرو۔ الحمدللہ، حضرات مفتیانِ کرام کی بات پر عمل کرنے سے بہت فائدہ ہوا اور نہ صرف یہ کہ پروفیسر حضرات میری تحقیقی کارکردگی پر خوش ہوئے بلکہ مجھے پی ایچ ڈی میں سب سے اعلیٰ ڈگری کا ایوارڈ بھی ملا جسے فرنچ زبان میں Très honorable یعنی ویری آنرایبل کا اعزاز کہا جاتا ہے۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۴: علمِ معاشیات کی آڑ میں علماء راسخین کی تحقیر

ایک اہم خفیہ کوشش مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی علمِ معاشیات کی آڑ میں علماء راسخین کی تحقیر کے عنوان سے ہے۔ اس کوشش کے ذیل میں نوجوان مفتیانِ کرام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے اور وہ یوں سمجھ رہے ہیں کہ علمِ معاشیات میں روایتی مدارس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں اور ان کا کسی درجے میں کوئی ذکر نہیں۔ قارئین حیران رہ جائیں گے کہ جب راقم نے خود ایسے نوجوان مفتیانِ کرام سے بات کی جو یہ کہہ رہے تھے کہ فلاں خیبر پختونخواہ کے مدرسے والوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں اور فلاں کراچی کے بڑے مدرسے کی کوئی حیثیت ہی نہیں کیونکہ انکو تو جدید

معاشیات کی ہوا بھی نہیں لگی۔ یعنی اتنے بڑے بڑے مدرسے، جہاں ہزاروں طلباء ہوتے ہیں، کیا ان لوگوں کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے؟ کیا وہ معاشیات کو کچھ نہیں سمجھتے؟ ان نوجوان مفتیانِ کرام نے تھوڑی بہت انگریزی کیا پڑھ لی ہے کہ ساری معاشیات یہ سمجھ گئے ہیں اور وہ جو ہدایہ اور احادیثِ مبارکہ کی کتب میں کتاب البیوع پڑھتے پڑھاتے ہیں تو اُن حضرات علماء راسخین سے متعلق یہ نوجوان مفتیانِ کرام کہتے ہیں کہ ان کو معاشیات کی کچھ خبر نہیں۔ یعنی جن علماء نے انگریزی نہیں پڑھی ان کے بارے میں یہ نوجوان مفتیانِ کرام سمجھتے ہیں کہ ان کو معاشیات کی شُدبد بھی نہیں ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جب انہی انگریزی پڑھے ہوئے نوجوان مفتیانِ کرام کو عالمی معاشی ماہرین کی سائنسی تحقیقات کی طرف متوجہ کیا جائے تو وہ اس کو بھی نہیں مانتے۔ نیز تھوڑی بہت انگریزی جاننے والے نوجوان مفتیانِ کرام کی خود اپنی سائنسی علوم و معاشیات پر گرفت اور استعداد نہایت کمزور ہے۔ یہ نوجوان مفتیانِ کرام نہ جانے کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ انگریزی میں دو چار مقالے غیر معیاری سائنسی جرائد میں چھاپ کر اور "ڈاکٹر" کا ٹائٹل ساتھ لگا کر بس سمجھنے لگتے ہیں کہ وہی اب سب کچھ ہیں۔ یعنی بزبانِ حال وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سارے مدارس پرانے وقتوں کے ہیں نعوذ باللہ۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کو راقم قارئین کی نظر کرنا چاہتا ہے تاکہ اس سوچ کی نفی کی جائے اور مدارس کو اس شدید خفیہ فتنے سے بچایا جائے۔

دیکھیے مصر و شام سے سارا علم دین ختم ہوا، وہ کیوں ختم ہوا؟ وہاں اسی طریقے سے عصری علوم کو اور عصری ادارے والوں کو ترجیح دیتے رہے اور جو پرانے دین دار علماء راسخین تھے ختم ہوتے رہے۔ ساری دنیا میں اسی طریقے سے باطل نے اپنے پنجے گاڑے۔ اللہ کا شکر تھا کہ ابھی تک پاکستان میں یہ پنجے گاڑ نہیں سکے تھے، مگر اللہ خیر

فرمائے، اب انہوں نے یہاں پر اپنے پنجے گاڑنا شروع کئے ہیں اور ان کو مدارس کے اندر سے ہی یہ لوگ مل گئے جو کہ علماء راسخین کو اہمیت نہیں دیتے۔ یعنی جو علمائے کرام ساری زندگی کتاب البیوع پڑھنے پڑھانے پر لگادے تو اُن کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کو معاشیات کی ہوا بھی نہیں لگی۔ جب یہ ذوق بن جائے گا تو پھر اللہ ہی حفاظت فرمائے، یہی تو باطل کی سازشیں ہمیشہ سے چلی آرہی ہیں۔

اسی تناظر میں ایک اہم بات قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ ہمارے اکابرین حضرات ابھی تک الحمدللہ ایسے نوجوان مفتیانِ کرام کی راہ میں رکاوٹ ہیں جن کے اذہان تبدیل ہوچکے ہیں اور جو روایتی مدارس اور علماء راسخین کو مدارس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ راقم کی بذاتِ خود ایسے نوجوان مفتیانِ کرام سے بات ہوئی اور اپنے کانوں سے سُنا کہ ان میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ جو بڑے اکابر بیٹھے ہوئے یہ ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ ایک معتبر صاحب نے اسی سے ملتی جلتی بات ذکر کی کہ اُن کو حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دن دفتر ختم نبوت میں یہ بات بتائی تھی کہ اللہ حفاظت فرمائے، حضرت شیخ صاحب (حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ) کا سایہ سلامت رہے، شیخ صاحب چلے گئے تو پھر پتہ نہیں یہ لوگ کیا کچھ کر جائیں گے۔ اللہ پاک خوب جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے اکابرین کو کہ جنہوں نے اُمت کو پہلے ہی ایسے تمام فتنوں کے بارے میں اپنی دینی فراست اور دوراندیشی کے ذریعے آگاہ کردیا۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۵: کچھ صاحبانِ علم کا کسی مسئلہ میں پارٹی بننا

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش یہ ہے کہ علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کا مفاد ہی کسی مسئلہ سے وابسطہ کر دیا جائے۔ یعنی بعض مرتبہ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک کمپنی ہے اور اس نے کوئی پروڈکٹ یا سروس لانچ کی ہے اور اس کو شریعت کے دائرے میں لانا ہے اور اس صورت میں حضرات مفتیانِ کرام اس کمپنی کے شریعہ ایڈوائزری بورڈ کے ممبر بن جاتے ہیں۔ اب صورتحال یہ ہوتی ہے کہ بعض مرتبہ کچھ مفتیانِ کرام کو اس سائنسی موضوع کی گہری معلومات ہوتی نہیں ہیں اور کمپنی کے مالکان الٹی سیدھی معلومات مفتیانِ کرام کے سامنے رکھ کر اپنی کمپنی کی پروڈکت اور سروس سے متعلق جواز کا فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ دیکھیے اگر حاضر جج اگر خود ہی وکیل بھی بن جائے تو کیا اس کا اثر نہ ہو گا یا کسی ایسے کیس کو دیکھے جس کا تعلق اس کی ذات سے براہ راست ہو تو کیس پر اس کا کیا اثر ہو گا؟ لہذا مفتیانِ کرام جب شریعہ ایڈوائز بنتے ہیں تو بہت احتیاط اور ہمت کی ضرورت ہے۔ ہر کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ حضرات اکابرین کی طرح اصولوں پر سمجھوتہ ہونے کی صورت میں استعفی دے دے۔ لہذا اس سلسلے میں ہماری دو گزارشات ہیں۔ اول یہ کہ تحقیق کے عنوان پر اور کمپنیوں کو اسلامی اصولوں کے تحت چلانے کیلئے مفتیانِ کرام کو پارٹی بننے سے بچایا جائے۔ دوم یہ کہ اگر ایسا ہو کہ مفتیانِ کرام خود اس مسئلے میں پارٹی بن جائیں تو اکابرین مفتیانِ کرام یہ فرماتے ہیں

کہ ایسے مفتیانِ کرام سے، جن کا مفاد خود اس مسئلہ سے وابسطہ ہو، عوامی سطح پر مسئلہ پوچھنے اور رائے طلب کرنے سے بھی گریز کیا جائے۔ یہ بات سائنسی علمی دنیا میں بھی مدِ نظر رکھی جاتی ہے اور اسے کانفلکٹ آف انٹرسٹ Conflict of Interest کہا جاتا ہے۔

ایک اور مثال سے اس مسئلہ کی سنگینی کو سمجھتے ہیں۔ فرض کریں کہ حکومتِ پاکستان نے ایک شریعہ کمیٹی بنائی جس کا کام یہ طے ہوا کہ اس نے پاکستان کے تمام ہوٹلوں کو اس بات کا پابند کرنا ہے کہ وہ شراب کی خرید و فروخت نہ کریں اور نہ ہی ان ہوٹلوں میں شراب صارفین کو دی جائے جو کہ وہاں پر قیام وطعام کرتے ہیں یعنی اس شریعہ کمیٹی کی ذمہ داری شریعہ کمپلائنس کرنا ٹھہری جس کے ذمہ اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ پاکستان کے تمام ہوٹلز مکمل طور پر شرعی قوانین کے ہم آہنگ ہوں یا آسان الفاظ میں شراب کی خرید و فروخت سے اجتناب کریں۔ اب اگر اس شریعہ کمیٹی کے چیئرمین کسی شراب کی کمپنی میں شریعہ ایڈوائزی بورڈ کے بھی ممبر ہوں یا اُن کی ذاتی رائے یہ ہو کہ شراب کو کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہونا چاہیے تو کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے؟ کیا ان کا اس کمپنی میں شریعہ بوڑد ممبر ہونا یا ان کی یہ ذاتی رائے رکھنا، اس شریعہ کمیٹی کی بنیادی ذمہ داری یعنی شریعہ کمپلائنس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی؟ بادیُ النّظر میں تو بہت ہی مشکل لگتا ہے کہ ایسے مفتیانِ کرام پارٹی بھی بنیں اور اُن کا پارٹی بننا ان کے شریعہ ایڈوائزی بورڈ کی ذمہ داریوں سے متصادم بھی نہ ہو، الاماشاءاللہ۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ٦: مسائل کا متبادل حل دینے کی آڑ میں اپنے دائرہ کار سے نکلنا

مدارس کو کمزور کرنے کے سلسلے میں نوجوان علمائے کرام کی ایک ذہن سازی یہ کی جارہی ہے کہ مسائل کا متبادل حل دینا علمائے کرام کی لازمی ذمہ داری ہے۔ دیکھیے اس میں تو دورائے نہیں کہ متبادل ہونا چاہیے اور بتانا بھی چاہیے اور بعض جید مفتیان کرام مسائل کا جواب دیتے وقت متبادل بھی بتا دیتے ہیں اور سائل کو نصیحت بھی فرمادیا کرتے ہیں اور ان حضرات میں ہمارے محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ قابلِ ذکر ہیں، مگر متبادل حل دینے کی آڑ میں ناجائز کو جائز تو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ متبادل نصوص کے احکامات کے ذیل میں ہونا چاہیے۔یعنی مثلاً شراب حرام ہے، زنا حرام ہے، سُود حرام ہے تو کیا مسلمان مفتیانِ کرام کے ذمہ فرض ہے کہ وہ زنا، شراب، اور سُود کا متبادل دیں؟ بھئی متبادل تو شریعت نے پہلے ہی سے بتا دیاہے۔ مثلاً زنا کا متبادل نکاح ہے، شراب کا متبادل دودھ یا کسی پھل کا جوس ہے، اور سُود کا متبادل کاروبار ہے۔ مگر متبادل ڈھونڈتے وقت یہ کہنا کہ نہیں ہم نے ہر حال میں متبادل دینا ہے اور شریعت کے اصولوں کو بالائے طاق رکھنا ہے کسی صورت بھی مناسب نہیں۔ مثلاً سُود کا متبادل دیتے وقت سُود ہی کی کسی نئی شکل کو جائز قرار دینا کسی صورت بھی قابلِ قبول نہ ہو گا۔ شراب کا متبادل دیتے وقت کسی نئی قسم کی شراب ہی کو جائز قراد دے دینا کسی صورت قابلِ قبول نہ ہو گا۔ آپ ہی انصاف فرمایئے کہ کیا اس طرح کے متبادل

قابلِ قبول ہوں گے ؟ نہیں، ہر گز نہیں! لہذا متبادل کی تلاش میں مسلمان مفتیانِ کرام پر ہر گز یہ لازم نہیں کہ وہ زبردستی حرام اور ناجائز چیزوں کو جائز و حلال بتلائیں۔

اسی تناظر میں ذیل کا اقتباس بہت اہم ہے۔

"بہر حال ہمارے ملک میں بڑی ضرورت ہے کہ فقہ اسلامی کی جدید تدوین کے ذریعہ جو قرآن و سنت اور حضرت حق جل ذکرہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منشأ کے مطابق صالحین کے موروثہ اثاثہ کی روشنی میں کی جائے، جدید پیدا شدہ مسائل کا حل تلاش کر کے فیصلہ کر دینا چاہیے، تاکہ دینِ اسلام کا مضبوط اور حسین و جمیل قلعہ قیامت تک اعداء اور اغیار کے حملوں سے محفوظ رہے، مشکل سب سے بڑی یہ ہے کہ ہم یورپ کے جدید معاشی و اقتصادی نظام اور معاشرتی نظام کو پہلے ہی اپنا لیتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ جوں کا توں یہ پورا نظام اسلام کے اندر فٹ ہو جائے، یہ کیسے ممکن ہے؟"

(دینی مدارس کی ضرورت اور جدید تقاضوں کے مطابق نصاب و نظامِ تعلیم، انتخاب از مقالات محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ، جمع و ترتیب محمد انور بدخشانی صاحب، صفحہ ۱۴۲)

متبادل دینے کی آڑ میں بعض صاحبانِ علم خَلْطِ مَبْحَث کر چکے ہیں۔ دیکھیے متبادل کی ایک بڑی وسیع تعریف ہو سکتی ہے۔ اگر شرعی تکییف کر کے یہ بتا دیا جائے کہ سُود حرام ہے اور آپ سُود سے بچیں، تو یہ تو حکم بتانے کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر یہ بتا دیا جائے کہ آپ سُود کے بدلے تجارت کر لیں تو یہ متبادل دینا کہلائے گا۔ مگر اگر متبادل دینے سے مُراد مسائلِ جدیدہ میں یہ ہے کہ حضرات علمائے کرام اپنے دائرہ کار سے ہی باہر نکل کر کام کریں تو یہ ہر گز مناسب نہ ہو گا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ فرض کریں کہ ایک دوائی ہے جس کو بنانے میں خنزیر یعنی سور کے خلیے استعمال کئے گئے ہیں۔ اب اس کا حکم بتاتے وقت یہ کہا جائے کہ اس کو استعمال کرنا منع ہے تو یہ حکم بتانے کے زمرے میں آئے گا، جیسا کہ درجِ ذیل ہے۔

> ”کسی بھی حرام چیز کو بطورِ دوا استعمال کرنا بھی حرام ہے، الا یہ کہ بیماری مہلک یا ناقابلِ برداشت ہو اور مسلمان ماہر دین دار طبیب یہ کہہ دے کہ اس بیماری کا علاج کسی بھی حلال چیز سے ممکن نہیں ہے اور یہ یقین ہو جائے کہ شفا حرام چیز میں ہی منحصر ہے، اور کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو مجبوراً بطورِ دوا و علاج بقدرِ ضرورت حرام اشیاء کے استعمال کی گنجائش ہوتی ہے ورنہ نہیں۔“
>
> (فتوی نمبر:144110200078 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)

پھر اس کا متبادل دے دیا جائے کہ آپ اس حرام اجزاء والی دوائی کے بجائے فلاں حلال اجزاء والی دوائی استعمال کر لیجئے تو یہ بات بھی عقل میں آتی ہے۔ مگر یہ مفتیانِ کرام کا دائرہ کار نہیں کہ وہ ہر دوائی سے متعلق تحقیق کریں کہ فلاں دوائی کا متبادل کون کون سے ہیں۔ یہ سائل ہی کے ذمہ ہے کہ وہ حضرات مفتیانِ کرام سے پوچھ پوچھ کر مسلمان ماہر دین دار طبیب سے پوچھ کر متبادل تلاش کرے۔ مسئلہ تب شروع ہوتا ہے کہ جب نوجوان مفتیانِ کرام کی ذہن سازی کی جائے اور اُن کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ آپ خود تحقیق کیجیئے اور جدید طبی علوم کو سیکھیئے اور پھر سیکھ کر اس حرام اجزاء والی دوائی کا متبادل دیجیئے۔ یعنی نوجوان مفتیانِ کرام بذاتِ خود ایم بی بی ایس MBBS کریں، پھر ایم ڈی .M.D کریں اور پھر کلینیکل پریکٹس کریں اور طبی دواؤں پر لیبارٹری میں تحقیق کریں اور پھر حرام اجزاء والی دوائی کا متبادل دیں۔ یعنی مدارسِ دینیہ کے اندر طب کی تحقیق سے متعلق شعبے قائم ہوں جس کے اندر اس مسئلے پر تحقیق کی جائے اور امت کو نئ دوائی بنا کر اس حرام اجزاء والی دوائی کا متبادل پیش کیا جائے جو کہ امت کے ضرورت کا حل ہو۔ ہماری گزارش ہو گی کہ یہ مسلمان علمائے کرام اور مدارس کی قطعاً ذمہ داری نہیں کہ وہ اس طرح کی تحقیق کریں بلکہ یہ تو ان کے دائرہ کار ہی میں نہیں آتا اور جو صاحبانِ علم اس طریقے کی ذہن سازی کر رہے ہیں ان کو خَلْطِ مَبْحَث ہو چکا ہے۔ اس میں تو کوئی دو رائے نہیں کہ امتِ مسلمہ کو اس حرام اجزاء والی دوائی کا متبادل ملنا چاہیے، مگر یہ ذمہ داری کس کی ہے، اس کا تعین ضروری ہے۔ سب سے پہلے تو یہ مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کر کے کہ مسلمانوں کیلئے حلال اجزاء والی دوائیاں ملک میں درآمد کریں اور عالمی دواساز کمپنیوں سے گفت و شنید کریں تا کہ وہ عالمی دواساز کمپنیاں مسلمان ممالک

میں حلال اجزاء والی دوائیاں ہی بھیجیں۔ اس کیلئے مسلمان ممالک او آئی سی کا فورم بھی متحرک کر سکتی ہیں۔ نیز ملک کے اندر حکومتی حلال کمیٹیوں کے ذریعے بھی اس کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ اصولی طور پر تو مسلمان ممالک کو سائنس میں اتنی ترقی کرنی چاہیے کہ وہ خود ایسی دوائیاں ملک کے اندر تحقیق کے ذریعے بنائیں اور یہ مسلمان سائنسدانوں اور محققین کا کام ہے کہ وہ ایسی تحقیق کریں جس سے امت کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور متبادل حل پیش کرنا مسلمان سائنسدانوں اور اس متعلقہ شعبے کے ماہرین کی ہی ذمہ داری ہے۔

ہمارے ملکِ عزیز میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے یعنی جو انجینئر، پروفیسر، محققین اور سائنسدان حضرات ہیں، بجائے اس کہ کہ وہ عالمی سائنسی تحقیق میں اپنا نام روشن کریں اور اپنے سائنسی شعبے میں مہارت حاصل کرکے پوری دنیا میں اپنا لوہا منوائیں اور امت کو درپیش جدید مسائل کا متبادل سائنسی حل پیش کریں، وہ اپنی ذمہ داریاں تو تندہی سے انجام نہیں دے رہے بلکہ ان ہی میں سے بعض انجینئر، پروفیسر، محققین اور سائنسدان حضرات دینی مسائل میں اپنی رائے زنی شروع کردیتے ہیں۔ یعنی آپ کو بہت سارے انجینئر، پروفیسر، محققین اور سائنسدان ایسے ملیں گے کہ جن کو اُن کے اپنے سائنسی شعبے میں تو مہارت حاصل نہیں اور وہ دینی مسائل میں عوامی سطح پر فتویٰ دینے شروع کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو دینی اتھارٹی گردانناشروع کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط روش ہے اور تاریخ امُتِ مسلمہ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ جو امُت میں گمراہی پھیلی وہ اسی روش سے پھیلی اور انہی لوگوں کی دینی کم علمی، کم فہمی اور تکبر سے امُت نے بڑے بڑے فتنے دیکھے۔

اُمت مسلمہ میں بعض اِستِثْنائِیَّہ مثالیں ہیں جن میں بعض ڈاکٹر، محققین، انجینئر، اور سائنسدانوں ہی کو اللہ پاک نے اتنی مقبولیت نوازی کہ جنہوں نے پہلے علمائے کرام، مفتیانِ کرام اور مشائخ کی صحبت اٹھائی اور پھر انہی حضرات کو خلافت بھی نصیب ہوئی اور پھر انہی حضرات سے اللہ پاک نے اتنا کام لیا کہ وقت کے بڑے بڑے علمائے کرام نے ان سے فیض حاصل کیا، مثلاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کہ کئی خلفاء دنیاوی شعبوں سے وابسطہ تھے اور دینی اور دنیاوی شعبوں کا حسین امتزاج تھے مگر ان مثالوں سے ہم عمومی طور پر یہ نتیجہ اخذ نہیں کرسکتے اور نہ ہی کرنا چاہیے کہ دین کی تشریح انجینیر، پروفیسر، محققین اور سائنسدانوں کہ ذمہ ہے اور نہ ہی عمومی سطح پر اس کا اطلاق کرنا چاہیے کہ ایسی پالیساں مرتب کی جائیں کہ آگے آنے والی نسلوں میں یہ اِستِثْنائِیَّہ مثالیں عمومیت اختیار کرلیں۔

مستند مدارسِ دینیہ میں دارالافتاء میں جدید مسائل میں مختلف موضوعات پر ٹھوس تحقیق ہوتی ہے۔ ٹھوس تحقیق سے مراد یہ ہے کہ اس سائنسی موضوع کے ماہرین سے رجوع کیا جاتا ہے، سائنسی مسئلہ کی ماہیت پر غور کیا جاتا ہے، شرعی تکییف کی جاتی ہے اور پھر کافی غور وخوض اور تحقیق کے بعد اس مسئلہ پر شرعی حکم بتایا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک کی تفسیر ہو یا شریعت کے احکامات بتانا، احادیث مبارکہ سے مسائل کا استنباط ہو یا مختلف احادیث کی تطبیق، عوام کو مسائل کا حکم شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے بتانا ہو یا دینی علوم میں غور وتدبر، یہ سب کام حضرات علمائے کرام کی ذمہ داریوں میں سے ہیں اور انہی پر جچتے ہیں کہ وہ اس موضوع کے ماہر ہیں۔

اب اس کے بر عکس صورتِ حال پر غور فرمایئے۔ کچھ مدارسِ دینیہ میں بعض صاحبانِ علم یہ ذہن سازی کر رہے ہیں کہ آپ خود ہی اس سائنسی مضمون کے ماہر بن جائیں، خود ہی سائنسی موضوع پر تحقیق کریں، اس پر سائنسی مقالے چھاپیں اور پھر اس سائنسی موضوع پر شرعی حکم بتایئے۔ یہ سراسر غلط سوچ ہے اور غلط طریقہ کار ہے کہ فتویٰ کی بنیاد سائنسی موضوع کے ماہرین سے رجوع کئے بغیر ہی رکھی جائے۔ اور یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس سے معاشرے میں جدید مسائل کے حوالے سے تشکیک پیدا ہو جاتی ہے اور علمائے کرام کی رائے میں اختلاف کی بنیاد پڑتی ہے کیونکہ ایسے علمائے کرام کی سائنسی بنیاد ہی مضبوط نہیں ہوتی، اور وہ سائنسی شعبے کے ماہر نہیں ہوتے اور اپنے تئیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے سائنسدان اور محقق بن گئے ہیں اور انہوں نے "مفتی" کے ساتھ "ڈاکٹر" کا ٹائٹل بھی حاصل کر لیا ہے لہٰذا اب وہ خود ہی سائنسدان، معاشی ماہر، اور محقق بن گئے ہیں۔ راقم نے خود کئی بڑے مستند مدارس اور جید مفتیانِ کرام کے عمل کا مشاہدہ کیا، یہ تمام حضرات الحمدللہ سائنسی شعبے کے ماہرین سے سائنسی مسئلہ کی تکنیکی ماہیت سمجھتے ہیں اور پھر جدید مسائل کا حل امت کو پیش کرتے ہیں۔ تو اس بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہر ایک اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کام کرے یعنی جو ذمہ داریاں حضرات علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کی ہیں وہ اُن پر کاربند رہیں اور جو سائنسدانوں، محققین، پروفیسر اور انجینئر حضرات کی ذمہ داریاں ہیں، وہ اُن ذمہ داریوں کو پوری تندہی کے ساتھ انجام دیں۔ اسی سے معاشرہ اِفراط و تَفرِیط سے بچے گا اور ترقی کرے گا۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۷: تحقیق کے عنوان سے جمہور علمائے کرام کی رائے سے ہٹنا

ایک خفیہ کوشش مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی یہ ہے کہ تحقیق کے عنوان سے مدارس کے اندر یہ رجحان پیدا کیا جائے کہ وہ جمہور علمائے کرام کی رائے سے ہٹ کر رائے اختیار کریں۔ اس طریقے سے کئی مفاسد جنم لیں گے مثلاً امت میں افتراق پھیلنے کا خدشہ ہو گا، عوام کا جمہور علمائے کرام سے اعتماد مجروح ہونے کا خدشہ ہو گا کیونکہ عوام تو جس میں خواہش پوری ہو اور مطلب براری ہو اسی چیز کو اختیار کرتے ہیں، اس لئے بڑے نامور جمہور مفتیانِ کرام کے فتویٰ کو چھوڑ کر ان کے مقابلے میں عوام ان حضرات کی انفرادی رائے کو لے کر عمل اختیار کریں گے۔ نیز جن مدارس میں جمہور علمائے کرام کی رائے سے ہٹ کر رائے قائم کی جائے گی تو اس پر لا محالہ فتویٰ دینے والے حضرات عمل بھی کریں گے اور نتیجتاً ان حضرات کا بھی مشکوک و مشتبہ معاملات میں پڑنے کا امکان ہو گا۔

ہم ہرگز یہ نہیں کہہ رہے کہ مدارس میں تحقیق کے حوالے سے جمود طاری کر دیا جائے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ دیکھیے مدارس کے نصاب میں جب قرآنِ پاک کی تفسیر پڑھائی جاتی ہے تو شراب کی حلت و حرمت پر تفصیلی بحث کی جاتی ہے، پھر جب احادیثِ مبارکہ کی کتب طلبائے کرام پڑھتے ہیں تو احادیث کے ذیل میں بھی شراب سے متعلقہ مسائل کا ذکر ہوتا ہے۔ اور پھر جب تفصیلاً فقہ پڑھائی جاتی ہے تو قدوری اور ہدایہ میں شراب سے متعلق بے شمار مسائل پر بحث کی جاتی ہے اور گہرائی میں جاکر شراب

سے متعلقہ مسائل کو سمجھا جاتا ہے۔ پھر تخصص میں تو یہ ابحاث اس حد تک آگے چلی جاتی ہیں کہ شراب سے متعلق آئندہ پیش آنے والے مسائل کا نہ صرف یہ کہ مکمل احاطہ کیا جاتا ہے بلکہ شراب کی ماہیت سے لے کر بالکل جدید مسائل میں بھی امت کی رہنمائی کی جاتی ہے جیسے انقلابِ ماہیت یا استحالہ کے مسائل سے لے کر شراب کا دوائیوں میں استعمال وغیرہ۔

مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ العیاذ باللہ، مدارس تحقیق کے نام پر شراب کشید کرنے کے طریقہ کار ہی مدارس کے طلبائے کرام کو سکھانے لگ جائیں تاکہ وہ اس عمل سے پیسے کمائیں، اگر ایسا ہونے لگ جائے تو آپ اس کو کس چیز سے تعبیر کریں گے؟ اگر مدارس میں شراب کی خرید و فروخت کے آئن لائن طریقہ کار کو تحقیق کے نام پر علمائے کرام و مفتیانِ کرام کو سکھایا جائے تو اس کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے گا؟ اگر کسی شراب بنانے والی کمپنی کی پروڈکٹس کی تشہیر ہی مدارس میں شروع کر دی جائے تو اس کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے گا؟ اگر نئی ٹیکنالوجی کو مفتیانِ کرام کو متعارف کروانے کی آڑ میں (تاکہ مفتیانِ کرام مسئلہ کی ماہیت کو سمجھ کر اس کی فقہی تکییف کر سکیں) ایسے کورسس متعارف کروائے جائیں جن میں شراب کی خرید و فروخت اور اس کے ذریعے سے پیسہ کمانے کو نوجوان علمائے کرام کو سکھایا جائے تو اس کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے گا؟ اگر ہزاروں نوجوان علمائے کرام کیلئے ٹیلی گرام، واٹس اپ اور فیس بک گروپ بنائے جائیں جن میں ان طلبائے کرام کو آئن لائن شراب کی کمپنیوں میں سرمایہ کاری کر کے پیسہ بنانے کا طریقہ سکھایا جائے تاکہ نوجوان علمائے کرام خود کفیل ہو جائیں اور اُن کو ہُنر آجائے تو اس کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے گا؟ یقیناً کوئی بھی دینی غیرت مند تحقیق کے

نام پر مدارس میں شراب کی رتی برابر بھی تشہیر اور ترویج و اشاعت، اور طلبائے کرام اور علمائے کرام کو شراب کی آئن لائن خرید و فروخت سکھانے کی تائید نہیں کرے گا۔ تائید تو در کنار، ایسی کسی بھی حرکت کو بَانگِ دُہل گھاؤنا عمل قرار دے کر اس سے بَرائت کا نہ صرف یہ کہ اظہار کیا جائے گا بلکہ ایسے تمام اشخاص اور دینی اداروں کا مکمل طور پر بائیکاٹ بھی کیا جائے گا اور عوام میں شعور و آگاہی پیدا کی جائے گی کہ وہ تحقیق کے نام پر ایسی باتوں میں ہر گز نہ آئیں۔

نیز یہ دلائل بھی امت تسلیم نہیں کرے گی کہ چونکہ شراب کی ماہیت کے حوالے سے ہی علمائے کرام و سائنسدانوں میں اختلاف ہے لہذا شراب کی خرید و فروخت کی پشت پناہی کی جائے۔ امتِ مسلمہ یہ دلیل بھی کبھی تسلیم نہیں کرے گی کہ چونکہ روز نت نئ شراب کی پروڈکٹس بازار میں آرہی ہیں اور چونکہ شراب کی ماہیت بعض حلقوں میں زیرِ بحث ہے لہذا اس کو جائز قرار دیا جائے۔ یہ دلیل بھی کارگر ثابت نہ ہو گی کہ شراب کو سرکہ بنا کر پیش کیا جائے اور پھر اس کے جائز ہونے کو بیان کیا جائے۔ اگر کوئی اس طرح سے طریقہ واردات کرنے کی کوشش کرے گا کہ علمائے کرام اور علمی حلقوں میں تو یہ کہے کہ ہم شراب کی نئ پروڈکٹس کی ماہیت پر قانونی، فقہی، اور عملی جہتوں پر غور کر رہے ہیں اور اس کے بالمقابل عوامی سطح پر انہی شراب کی پروڈکٹس کی نہ صرف یہ کہ جواز کی تحریک چلائے بلکہ پریس ریلیز کے ذریعے عوامی رائے ہموار کرے اور انگریزی و اردو فتویٰ جات و مضامین لکھے جس میں وہ شراب کی نئ پروڈکٹس کے جواز کا قائل ہو، اس کو بھی امتِ مسلمہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی۔

دیکھیے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ کون سے مدرسے میں تحقیق کے عنوان سے شراب کو جائز قرار دیا گیا ہے؟ ہم سو فیصد متفق ہیں کہ ایسا ہونا بَعِید اَز وَہم وخَیال ہے کہ مدارس میں ایسے کسی کام کے بارے میں کوئی ذی شعور شخص سوچے بھی! پھر غور فرمایئے کہ کیوں ہم یہ بات کر رہے ہیں کہ مدارس کو کمزور کرنے کی خفیہ کوشش میں سے ایک یہ ہے کہ تحقیق کے عنوان سے جمہور علمائے کرام کی رائے سے ہٹا جارہا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بہت سارے ایسے مسائل ہیں جن میں قلیل تعداد میں مدارس کے اندر تحقیق کے عنوان سے ایسی رائے کو اختیار کیا گیا ہے جن کی سائنسی بنیاد کمزور یا غلط ہے اور جس کی وجہ سے مدراسِ دینیہ میں تقویٰ، اخلاص اور للّٰہیت پر اثر پڑے گا۔ یعنی اپنی غلط اور کمزور سائنسی تحقیق کی بنیاد کو نہ صرف یہ کہ صحیح سمجھا جارہا ہے بلکہ اس پر اصرار کیا جارہا ہے اور جمہور علمائے کرام کی رائے سے ہٹ کر رائے اختیار کی جارہی ہے۔ غرض تحقیق کے عنوان سے کچھ ایسی صورتحال پیدا کی گئی ہے، بقول شاعر ؎

خِرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خِرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

کچھ مدارس کے اندر تحقیق کے عنوان سے یوٹیوب پر اشتہارات سے متعلق یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یوٹیوب استعمال کرنے والے کو اشتہارات کے دیکھنے نہ دیکھنے پر پورا کنٹرول ہے اور پھر اس کے ذیل میں یوٹیوب کی کمائی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ مشاہدہ اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے اور کمپیوٹر سائنسدان بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں

کہ ویڈیو بنانے والے کو اس بات کا اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی مرضی کا اشتہار چلانے پر یو ٹیوب کو پابند کرے لہذا مستند دارالافتاء سے یوٹیوب کے اشتہارات سے ہونے والی کمائی سے اجتناب کا کہا گیا ہے۔ پھر جب نوجوان علمائے کرام یوٹیوب کی اس مشتبہ کمائی میں لگیں گے تو اس کمائی کا ان نوجوان علمائے کرام کے تقویٰ اور للّٰہیت پر کیا اثر پڑے گا، اس کا آپ خود ہی اندازہ کرسکتے ہیں۔ اسی طریقے سے ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر سائنس سے متعلق دیگر جدید مسائل میں بھی غلط سائنسی تحقیق کی بنیاد پر جمہور علمائے کرام کی رائے سے ہٹ کر رائے اختیار کی گئی ہے۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۸: فتویٰ کی بنیاد غیر معیاری و غیر مستند سائنسی مواد پر رکھنا

مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش میں ایک یہ بھی ہے کہ فتویٰ کی بنیاد غیر معیاری و غیر مستند سائنسی مواد پر رکھی جائے۔ اس عمل سے دنیادار طبقہ میں مدارس سے متعلق نفرت جنم لے گی اور وہ یہ تاثر لیں گے کہ مفتیانِ کرام کسی مسئلہ کو بیان کرتے وقت مستند سائنسی معلومات پر انحصار نہیں کرتے۔ مدارس میں تحقیق کے حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی سائنسی موضوع پر بات کرنے کیلئے اس سائنسی موضوع کے ماہرین سے اس موضوع کو سمجھا جائے اور اس موضوع کی سائنسی و تکنیکی تفصیلات سمجھنے، پرکھنے اور جاننے کے بعد پھر کوئی اس مسئلہ سے متعلق شرعی تکییف کی جائے۔ ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ کچھ مدارس میں مسئلہ کی سائنسی تفصیلات

جاننے کیلئے غیر معیاری اور غیر مستند سائنسی مواد پر بھروسہ کیا جارہاہے۔ نیز سائنس کے بنیادی اصولوں کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا جارہا۔ کچھ مدارس میں نوجوان مفتیانِ کرام اپنے آپ کو ترقی پسند Progressive ظاہر کرنے کیلئے ہر نئے سائنسی مسئلہ پر فتویٰ جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ سے یعنی نوجوان مفتیانِ کرام سے کس نے کہاہے کہ کسی بھی سائنسی موضوع کے خود ساختہ ماہر بن کر ہر نئے سائنسی مسئلہ پر فتوی جاری کریں؟ کس نے آپ سے کہا ہے کہ مسئلہ بتاتے ہوئے، فتویٰ کی تمہید باندھتے ہوئے نوجوان مفتیانِ کرام خود سائنسدان و معاشی ماہر بن جائیں؟ اصولی طور پر ہونا تو یہ چاہیے کہ کوئی نیا سائنسی مسئلہ بتاتے وقت کئی عالمی سائنسی ماہرین سے رجوع کرلیا جائے اور بنیادی سائنسی مآخذ کی مراجعت کرلی جائے تاکہ فتویٰ کی سائنسی بنیاد درست ہو۔ الحمدللہ ہمیں اطمینان ہے کہ مستند دینی مدارس اور دارالافتاء میں سائنسی ماہرین اور متعلقہ شعبے کے ماہرین سے رجوع کیا جاتا ہے، جس چیز سے متعلق مسئلہ بیان کرنا ہوتا ہے، اس کی اصل ماہیت کو سمجھا جاتا ہے اور پھر اس سے متعلق مسئلہ بتایا جاتا ہے۔ مگر کچھ مدارس کا تخصص کے طلبائے کرام کو مُبَیَّنَہ طَور پَر اس منہج پر تربیت دینا کہ کسی بھی سائنسی مسئلہ پر سطحی معلومات، غیر معیاری، غیر سائنسی مواد اور سوشل میڈیا پر موجود مواد کو بنیاد بنا کر تحقیق کے عنوان سے مسئلہ بتادینا اور پھر مصدقین دارالافتاء اور مصححین دارالافتاء کا فتویٰ لکھنے والے متخصص کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس فتویٰ کو جاری کردینا، یہ مزید تشویش کی بات ہے۔ ہم ہرگز یہ نہیں کہہ رہے کہ ایسا دانستہ طور پر ہورہاہے۔ ہماری رائے میں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مدارس میں ایک نئی سوچ پروان چڑھائی جارہی ہے

جس کے اندر یہ کہا جارہا ہے کہ مدارس ہی کے طلباء سائنسی موضوعات کے بھی ماہر ہوں گی۔

ایں خیال است و محال است جنوں

بس یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جہاں پر غلطی ہو رہی ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نوجوان مفتیانِ کرام شریعت کے بھی ماہر ہوں اور دنیا کے چوٹی کے سائنسدان بھی ہوں اور اُن کو سائنسی مضامین پر بھی پورا عبور حاصل ہو، الاماشاء اللہ ؟

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۹: مستقبل کے خوف اور طعنوں سے ہر نئی ٹیکنالوجی کو جائز کہنا

مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش میں ایک یہ بھی ہے کہ نوجوان علمائے کرام کے ذہنوں میں یہ بات ذہن نشین کراوائی جارہی ہے کہ ڈیجیٹل ورلڈ میں ہر نئی آنے والی چیز کو جائز سمجھو۔ اس تناظر میں خاص طور پر کمپیوٹر سے متعلقہ جتنی بھی نئی ڈیجیٹل بیسڈ ٹیکنالوجیز آرہی ہیں، یہ نوجوان علمائے کرام سب کے جواز کے قائل ہو رہے ہیں۔ یہ کہاں کی منطق ہے کہ جب اُس ڈیجیٹل ٹیکنالوجی سے متعلق سائنسی شواہد اور دلائل سے پتہ بھی چل جائے کہ اس میں شرعی محظور ہیں پھر بھی ضد پر اڑے رہنا اور اس کے جواز کے ہی قائل رہنا؟ اور جب ایسے صاحبانِ علم سے مؤدبانہ طور پر اشکال کیا جائے تو وہ حضرات یہ دلیل دیں کہ اگر ہم ابھی اس کے عدم جواز کے قائل ہو گئے اور

اس کو ناجائز قرار دے دیا تو مستقبل میں کیا ہو گا؟ ہمیں لوگوں کے طعنے ملیں گے کہ دیکھو اولاً یہ مفتیانِ کرام ہر نئی آنے والی چیز کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور پھر کچھ عرصے میں اس کے رائج ہو جانے کے بعد اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیتے ہیں اور پھر اُسی چیز کو جائز قرار دے دیتے ہیں اور اس کا استعمال بھی شروع کر دیتے ہیں۔ پھر مزید یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر کسی نئی آنے والی ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کو ہم نے ناجائز قرار دے دیا اور پھر اس کی ماہیت تبدیل ہو گئی اور لوگوں میں اس ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کا اس حد تک رواج ہو گیا کہ اس سے بچنا ہی ناممکن ہوا تو پھر بھی تو ہمیں جواز کی طرف جانا ہو گا لہذا ہم کسی بھی ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے عدم جواز کی رائے نہیں دیں گے، چاہے ابھی اس میں کتنے ہی شرعی محظور کیوں نہ ہوں۔ حضرات مفتیانِ کرام فرماتے ہیں کہ یہ سوچ ہی غلط ہے کیونکہ جب کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو اس کی موجودہ صورت اور ماہیت کو سامنے رکھ کر بتایا جاتا ہے نہ کہ مفروضات کی بنیاد پر کسی مسئلہ کا حکم بتاتے ہیں۔ ہاں جب کبھی مستقبل میں کوئی استثنائی صورت بعد میں پیدا ہو جائے یا چیز کی ماہیت ہی تبدیل ہو جائے تو اسی کے حساب سے حضرات مفتیانِ کرام اس مسئلہ کی مزید وضاحت و حکم ارشاد فرمادیں گے۔

لہذا مدارس کے منتظمین حضرات اور خاص طور پر دارالافتاء کے حضرات اس بات کا خیال رکھیں کہ جدید سائنسی مسائل پر ایسے نیوٹرل دنیا کے سائنسدانوں اور معاشی ماہرین کی تحقیقات سے استفادہ حاصل کیا جائے جو کہ پروپیگنڈہ کے زیرِ اثر نہ ہوں اور عالمی سطح پر سائنسدان اور معاشی ماہر تصور کئے جاتے ہوں۔ نیز مدارس کی سطح پر ایسے اصول وضوابط بنا دیئے جائیں کہ جدید سائنسی مسئلہ سے متعلق تکنیکی تفصیلات اُس شعبے کے عالمی سائنسی ماہر سائنسدانوں سے معلوم کیا جائے جن کو سائنسی دنیا تسلیم کرتی ہے اور

انکا حوالہ اور انکے نام مقام اور اہلیت بھی ذکر کی جائے تا کہ سائنسی اعتبار سے کوئی بات ادھوری اور نامکمل سامنے نہ آئے اور پھر سائنسی تحقیق کو سامنے رکھ کر اُس سائنسی مسئلہ کا حکم بتایا جائے۔

ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ بے تحاشہ نوجوان مفتیانِ کرام اس ذہن سازی سے مرعوب ہو چکے ہیں اور وہ اب یہ برملا کہتے ہیں کہ کسی بھی نئے معاملے کو ناجائز اور حرام قرار دے دینا بہت آسان ہے بالمقابل اس پر غور و خوض کیا جائے اور مسلمانوں کیلئے اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت اپنائی جائے۔ دیکھیے، یہ جو ذہن سازی کی بات ہم نے پہلے عرض کی، اس کی جڑیں بہت پرانی ہیں اور اس پر گزشتہ کئی دہائیوں سے کوششیں کی جارہی ہیں۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۰: مشتبہ ٹیکنالوجی سے پیسہ کمانے کے طریقے علمائے کرام کو سکھانا

مشتبہ ذرائع سے پیسہ کمانے کے طریقے سکھانا بھی مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش ہے۔ راقم خود کئی مدارس کے مطبخ میں گیا ہے جہاں پر کھانا پکاتے وقت قرآن پاک کی تلاوت کا معمول دیکھا۔ اسی طریقے سے شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سوانح حیات آپ بیتی میں مدارس کے تقویٰ کے کئی واقعات تحریر فرمائے ہیں کہ اکابر کا کتنا سخت اہتمام تھا کہ مدارس کی اصل روح یعنی تقویٰ، للّٰہیت اور اخلاص مدارس میں قائم رہے۔ یہ ہمارے آج کے مدارس کی تاریخ ہے

الحمدللہ۔ ہمارے اسلاف بھی بہت احتیاط فرماتے تھے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اور اولیاء کرام کے واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ تقویٰ اختیار کرتے تھے اور مشکوک سے بھی بچتے تھے۔ اگر کسی چیز کے بارے میں جید اور جمہور مفتیانِ کرام کی رائے ہو کہ وہ ناجائز ہے اور جوا اور سٹے بازی اور سودی کاروبار کی ایک شکل ہے تو اس سے کم از کم مشکوک سمجھ کر بچنا تو چاہیے چہ جائیکہ اس کی ترویج و اشاعت کی جائے؟ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ جب کسی مدرسہ کے وسائل کو استعمال کیا گیا ہو، پھر وہاں جُوا اور سٹے بازی سے پیسہ کمانا سکھایا گیا ہو اور پھر وہ کورس کی فیس کی مد میں آنے والا مال مدرسہ میں لگا ہو؟ کیا یہ مال مشکوک نہیں؟ کیا ایسا مال مدرسہ میں لگنا چاہیے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ جی مدرسہ میں ایسے کسی کورس کی فیس کا مال نہیں لگا بلکہ جو مُدرس صاحب تھے انہوں نے ہی وہ فیس رکھ لی؟ تو کیا وہ مُدرس اور صاحبِ علم کا مدرسہ سے تعلق نہیں؟ کیا وہ مستقل فتویٰ نویسی کا کام نہیں کرتے؟ دیکھیے، اجتہادی مسائل میں رائے رکھنے کو کسی نے منع نہیں کیا مگر رائے رکھنے کی آڑ میں باقاعدہ ایسے مشتبہ کاروبار کے ذریعے نوجوان علمائے کرام کو اور مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام کو پیسہ کمانا سکھانے کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے؟

ہماری مؤدبانہ گزارش اربابِ مدارس سے یہ ہو گی کہ وہ دینی تحقیق اور ہُنر کے عنوان سے مشتبہ ٹیکنالوجیز کو مدارس میں پروان چڑھنے سے روکیں اور پابندی لگائیں۔ جس طریقے سے موبائل فون سے متعلق کہا گیا، اسی طریقے سے مدارس کی حدود میں اس بات کی بھی قطعی اجازت نہ دی جائے کہ وہ مشتبہ ٹیکنالوجیز کی خرید و فروخت کے کورسس کروائیں یا اس میں سرمایہ کاری کے طریقہ کار علمائے کرام کو سکھائیں۔ اسی طرح

سے مدارس اینڈومنٹ فنڈ Endowment Fund کے عنوان سے صدقات و خیرات کی سرمایہ کاری مشتبہ چیزوں میں ہرگز نہ کریں۔ گو کہ مدارس اس فتنے سے کوسوں دور ہیں مگر اس فتنے کی سرکوبی کیلئے آگاہی بہت ضروری ہے اور اقدامی قدم اٹھانا ناگزیر ہے کیونکہ ہمارے مشاہدے کے مطابق اندر ہی اندر بہت سارے نوجوان مفتیانِ کرام کی ذہن سازی کی گئی ہے کہ وہ کاروبار، جُوا اور سٹے بازی میں فرق ہی نہیں کر پا رہے، الا ماشاء اللہ۔

ایک نئی ذہنیت جس کو پروان چڑھایا جارہا ہے وہ یہ کہ مدارسِ دینیہ کے طلباء کو مختلف کمپیوٹر کورسس کروائیں جائیں۔ اب ان میں کچھ ایسے کورسس بھی ہیں جن میں مشتبہ مال کمانے کا امکان ہے۔ لہذا ایک بنیادی نقطہ سمجھ لینا چاہیے کہ مدارس کے طلباء کا کام کمپیوٹر سیکھ کر پیسہ کمانا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اس پر سونے پر سہاگہ کہ جو حضرات مدارس میں ان کمپیوٹر کورسسز کی ترویج و اشاعت کر رہے ہیں وہ یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ ایسا کرنے سے پاکستان کے مدارس سائنسی دنیا اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اقوامِ عالم سے مقابلہ کر سکیں گے۔ ایسا قطعاً درست نہیں، بھلا کچھ کمپیوٹر کورسس کروا کر اقوامِ عالم سے سائنس و ٹیکنالوجی مقابلہ کیا جاسکتا ہے؟ اس کے لئے تو اُن عصری تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کو اپنے طرز عمل پر غور کرنا چاہیے جن کا یہ کام ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اقوامِ عالم کا مقابلہ کریں چہ جائیکہ مدارس کے طلباء کو اُن کے اصل کام یعنی دینی تعلیم سے دور کر دیا جائے۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۱: اختلافِ آراء کی آڑ میں مشتبہ ٹیکنالوجیز کی ترویج واشاعت

اسی طریقے سے اختلافِ آراء کی آڑ لے کر مشتبہ ٹیکنالوجیز کی خوب ترویج و اشاعت کی جاتی رہی ہے اور ابھی بھی بعض لوگوں کی جانب سے کوششیں جاری ہیں۔ حالانکہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک فقہی ضابطہ لکھا ہے وہ یہ کہ

> "جلبِ منفعت سے دفعِ مضرت مقدم ہے، یعنی ایک کام کے ذریعے سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اور ساتھ ہی مضرت بھی پہنچتی ہے تو مضرت سے بچنے کیلئے اس منفعت کو چھوڑ دینا ہی ضروری ہوتا ہے، ایسی منفعت کو نظر انداز کردیا جاتا ہے جو مضرت کے ساتھ حاصل ہو۔"
>
> (معارف القرآن جلد ۱، سورۃ بقرہ، صفحہ ۵۳۷، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ)

لہذا مندرجہ بالا فقہی ضابطہ کے تحت مسلمانوں میں عموماً اور مدارس میں خصوصاً تقویٰ کے معیار کو برقرار رکھنے کیلئے بھی کسی مشتبہ ٹیکنالوجی کی ترویج واشاعت سے اجتناب کا کہا جائے گا کیونکہ دفعِ مضرت مقدم ہے۔ لہذا جو حضرات صاحبانِ علم

مدارس میں اختلافِ آراء کی آڑ میں مشتبہ ٹیکنالوجیز کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں اُن کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہیے۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۲: مدارس کے اندر عصری تعلیمی اداروں کے نظام کو اپنانا

کچھ مدارس میں مناقشات (تھیسس ڈیفینس) کے حوالے سے جو نئ ترتیب شروع ہوئی ہے اس میں محتاط رویہ اپنانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ اگر مکمل طور پر عصری تعلیمی اداروں کی نہج پر کیا جائے گا تو ہم سب کو علم ہے کہ عالمی سائنسی دنیا میں ہمارے اسلامی ممالک کے عصری تعلیمی اداروں کیا حیثیت رکھتی ہے۔لہذا مدارسِ دینیہ مناقشات کے عنوان سے عصری تعلیمی اداروں کے کُلیتہ شرعیہ یا کُلیتہ اصول دین کے معیارات کو اپنانے کے بجائے اپنی نہج پر قائم رہیں۔

بقول شاعر ؂

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

تخصص کے طلباء کیلئے مناقشات ایک اچھی مشق ہوسکتی ہے کیونکہ اس سے ان طلباء کی صلاحتیوں میں مزید نکھار پیدا ہو گا۔مثلاً جب تخصص کے طلباء اپنا فقہی

تحقیقی کام پورا کرلیں تو ملک کے نامور اور مستند مدارس کے جید مفتیانِ کرام ایک کمیٹی کی صورت میں اس طالبعلم سے اس کے فقہی تحقیقی کام سے متعلق ایک ڈیفینس کی صورت میں سوال و جواب کرلیں مگر اس میں مستند مدارس کے جید مفتیانِ کرام پر ہی انحصار کیا جائے جن کہ متعلق علم ہو کہ وہ مُتَصَلِّب ہیں اور ہر گز عصری تعلیمی اداروں کے پروفیسروں اور جدیدیت سے متاثر مفتیانِ کرام کو شامل نہ کیا جائے۔

اب ہم مناقشات کے بارے میں مزید گہرائی میں جاتے ہیں۔ مغربی ترقی یافتہ ممالک میں عصری تعلیمی اداروں و یونیورسٹیوں میں جو سب سے اعلیٰ ڈگری ہے وہ پی ایچ ڈی کی ڈگری ہے جس میں سائنسی تحقیق کرنا سکھائی جاتی ہے۔ پی ایچ ڈی کی ڈگری کا دورانیہ تین سے پانچ سال کا ہوتا ہے جس میں طالبعلم سائنسی تحقیقی سوالات کے جوابات ڈھونڈتا ہے اور اپنے شعبے سے متعلق نئے علم کی تخلیق و تشریح کرتا ہے۔ جب پی ایچ ڈی سپروائزر یہ سمجھتا ہے کہ طالبعلم کا سائنسی تحقیقی کام کسی قابل ہو گیا ہے تو باقاعدہ ایک تھیسس ڈیفینس کے انعقاد کے ذریعے اس طالبعلم کو موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ پی ایچ ڈی پرکھنے والی کمیٹی کے سامنے اپنا سائنسی تحقیقی کام پیش کرے، اس کو ڈیفینڈ کرے اور پھر کامیابی کی صورت میں یہ کمیٹی اس کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کر دیتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں سائنسی تحقیقی کام کی بنیاد پر ہی پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی جاتی ہے اور جتنی اچھے معیار کی یونیورسٹی ہو گی، اور جس اعلیٰ معیار کے سائنسدان کی نگرانی میں طالبعلم پی ایچ ڈی ڈگری کر رہا ہے، اُسی لحاظ سے مناقشات میں طالبعلم کو مشکلات بھی پیش آتی ہیں۔ عمومی طور پر اَقرِبا پَرَوری یا غیر معیاری سائنسی تحقیقی کام پر یا تعلقات کی بنا پر پی ایچ ڈی کی ڈگری یونیورسٹیاں تفویض نہیں کرتیں کیونکہ اس سے ان یونیورسٹیوں کی ساکھ پر

منفی اثر پڑتا ہے۔لہذا جو مغربی ترقی یافتہ ممالک سائنس و ٹیکنالوجی میں مسلمان ممالک سے بہت آگے ہیں، اس کی بنیادی وجہ میرٹ کو مقدم اور معیار کا قائم رکھنا ہے۔

پاکستان کے عصری تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں بھی پی ایچ ڈی کروائی جاتی ہے مگر ماضی کے ناخُوش گوار تجربات کی وجہ سے ہائر ایجوکیشن کمیشن نے پی ایچ ڈی ڈگری کے قوائد وضوابط سخت کر دیئے ہیں تا کہ پاکستانی یونیورسٹیوں سے بھی اعلیٰ معیار کے پی ایچ ڈی فارغ ہوں۔ مگر افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ باوجود اتنی سختی کے کچھ پاکستانی یونیورسٹیوں میں ابھی بھی تعلقات اور غیر معیاری پی ایچ ڈی ڈگریوں کا رواج ہے۔ یعنی ایچ ای سی نے اگر شرط رکھی ہے کہ ایک یا دو تحقیقی مقالہ لکھا جائے تا کہ معیار قائم رہے تو بعض لوگ غیر معیاری تحقیقی جرائد میں اپنے مقالے چھاپ کر اس شرط کو پورا کر لیتے ہیں۔ اگر یہ شرط رکھی ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں سے کسی پروفیسر کو ممتحن کے طور پر متعین کیا جائے تو بعض حضرات اس میں بھی تعلقات استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ طالبعلم کو پی ایچ ڈی کی ڈگری آسانی سے مل جائے۔اب اگر مدارسِ دینیہ بھی انہی یونیورسٹیوں کے نقشِ قدم پر چلیں گے تو پھر تخصص کے مناقشات بھی انہی عصری تعلیمی اداروں کے معیار کے مطابق ہونے لگیں گے۔ شروع میں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ معیار قائم رہے مگر پاکستانی عصری تعلیمی اداروں کا تجربہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسی کوئی تدبیر مکمل طور پر کارگر نہ ہوگی اور پھر مدارسِ دینیہ کے تخصص کے طلباء بھی اُسی ڈگری حاصل کرنے کی ریس میں لگ جائیں گے جو کہ عصری تعلیمی اداروں کے کُلیتہ شرعیہ یا کُلیتہ اصول دین کے لوگ اپناتے ہیں۔لہذا ہماری رائے میں مدارسِ دینیہ کو

عصری تعلیمی اداروں کے کُلیتہ شرعیہ یا کُلیتہ اصول دین کی طرح ہر گز ہر گز نہ ہونا چاہیئے ورنہ مدارس کا نظام ختم ہو جائے گا۔

نیز اس بات کہ ذرہ برابر بھی کوشش اور فکر نہ کریں کہ دارالافتاء سے فارغ ہونے والے متخصصین حضرات اپنے فقہی تحقیقی مقالے سائنسی جرائد میں شائع کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عصری تعلیمی اداروں کے بیشتر پروفیسر حضرات کی اپنی کوئی عالمی سائنسی حیثیت نہیں ہے اور وہ وہی غیر معیاری سائنسی تحقیق کا معیار مدارس میں بھی رواج دیں گے۔ لہذا پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے جرائد، اور غیر معیاری سائنسی جرائد میں تحقیقی مقالے چھاپنے سے حتیٰ المکان گریز کیا جائے اور مدارسِ دینیہ حَتّٰی الوُسْع عصری تعلیمی اداروں کے فرسودہ اور غیر معیاری نظام کو اپنانے سے اپنے آپ کو بچائیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدارسِ دینیہ ان عصری تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں سے متاثر ہو کر اسلاف کے طرزِ عمل سے صرفِ نظر نہ کریں بلکہ اسلاف کے طَرِیقۂ کار پر مضبوطی سے جمے رہیں۔

دیکھیے اگر مدارسِ دینیہ کے مشیر سابق حکومتی بیوروکریٹ ہوں گے یا عصری جامعات کے پروفیسر ہوں گے تو پھر مدارس فکری و نظریاتی طور پر کہاں جائیں گے؟ یعنی یہ لوگ مدارسِ دینیہ میں وہ حکومتی وضعداری، انفرااسٹرکچر، اسٹینڈرڈ آپریٹنگ پراسیجرز تو لے کر آئیں گے مگر فکری و نظریاتی طور پر مدارسِ دینیہ پھر اپنی اصل میراث سے دور چلے جائیں گے۔ لہذا گزارش یہی ہو گی کہ عصری تعلیمی اداروں کے نظام کو مدارسِ دینیہ ہر گز نہ اپنائیں۔ عصری تعلیمی اداروں کی فیکیلٹیز، فنڈنگ، طریقہ تدریس، تحقیقی کام، اور ظاہری اسباب سے ہر گز متاثر نہ ہوں بلکہ جو اسلاف کا طریقہ کار ہے اسی پر

کاربند رہتے رہیں، اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے چلیں، اسی میں نجات ہے اور اسی میں مدارسِ دینیہ کی بقاہے۔ راقم نے چونکہ انہی عصری تعلیمی اداروں میں زندگی کھپادی ہے، انہی سے پڑھاہے، انہی میں پڑھایاہے، ملکی وعالمی سطح پر بھی ان عصری تعلیمی اداروں میں اپنی خدمات انجام دیتارہاہے اور جامعات کا ویژن تک بنایاہے، لہذا بڑے دردِ دل کے ساتھ یہ گزارشات کررہاہے کہ ان عصری تعلیمی اداروں سے مدارسِ دینیہ ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوں۔

عصری تعلیمی اداروں میں تحقیق کے عنوان سے اگر مدارسِ دینیہ متاثر ہو رہے ہیں تو ایک مثال سے بات واضح کرتا ہوں۔ پاکستان کے عصری تعلیمی اداروں میں کچھ پروفیسر حضرات مافیاکے طریقے پر کام کرتے ہیں اور ان کی اپنی ایک دنیاہے۔ ان کو عالمی سائنسی تحقیقی دنیاسے کوئی سروکار نہیں۔ پاکستان کی مشہور جامعہ میں ایک جاننے والے پروفیسر ہیں۔ چارپانچ لاکھ ماہانہ تنخواہ، گاڑی، گھر، میڈیکل، یہ سب سہولیات ہیں۔ ہفتے میں ایک کورس جس کی تدریس صرف دو گھنٹے ہوتی ہے، وہ یہ کرتے ہیں، ان کی اپنی لیب ہے جس میں بیسیوں ماسٹرز کے اسٹوڈنس موجود ہیں اور کئی پی ایچ ڈی اسٹوڈنس ہیں، غرض یہ ان کی اپنی سلطنت ہے۔ اُن سے گاہے بگاہے بات چیت رہتی ہے اور اُن سے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ معیاری سائنسی تحقیق کریں، ایسی سائنسی تحقیق ہو جس کا معاشرے پر اثر ہو، آپ کے سائنسی مقالے دنیاکے بہترین سائنسی جرائد میں چھپیں، آپ کے یہاں سے ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کرنے والے طلباء کی استعداد اور معیار عالمی سطح کی ہو تو اُن کا جواب ان کے طَرزِ عَمَل سے واضح ہے کہ دیکھیے، ہمیں کیاضرورت ہے کہ اپنی جان کھپائیں؟ کیاضرورت ہے کہ عالمی معیار کی سائنسی تحقیق کی جائے؟ جب کام چل

رہا ہے، ماسٹرز کے طلباء غیر معیاری کام کر کے ہی یونیورسٹی سے فارغ ہو رہے ہیں، ڈگریاں مل رہی ہیں اور پذیرائی بھی مل رہی ہے، تو کون اس معیاری سائنسی تحقیق کا سر درد لے؟ افسوس کہ یہ وہ سوچ ہے جو کہ ہمارے عصری تعلیمی اداروں و یونیورسٹیوں میں رائج ہے، اسی وجہ سے ہم پاکستانی سائنس و ٹیکنالوجی میں عالمی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر پا رہے۔ ابھی جب یہی پروفیسر حضرات کے پاس ہمارے مدارس کے تخصص کے فارغ ہونے والے جا رہے ہیں، تو یہ پروفیسر حضرات ان کو یہی سائنسی تحقیق بھی سکھا رہے ہیں اور مدارسِ دینیہ کے اندر بھی یہ غلط تحقیقی طریقہ کار رواج پڑ رہا ہے۔ نوجوان مفتیانِ کرام "مفتی" کے ساتھ ساتھ پی ایچ ڈی "ڈاکٹر" تو بن رہے ہیں مگر ان میں سائنسی تحقیقی صلاحیت کا فقدان ہے اور مشاہدے میں یہ بات آ رہی ہے کہ اب یہ نوجوان مفتیانِ کرام بھی انہی عصری تعلیمی اداروں کی نہج پر چل کر غیر معیاری پاکستانی اور غیر معیاری عالمی سائنسی جرائد میں اپنے تحقیقی مقالے چھاپ رہے ہیں۔ یہ انتہائی فکر مندی کی بات ہے کہ مدارسِ دینیہ جو کہ اپنے معیاری فقہی مقالوں کی وجہ سے معروف ہیں اُن میں اب یہ غیر معیاری سائنسی تحقیق کا زہر داخل ہو رہا ہے۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۳: جدید محاذ پر کام کرنے والے علماء کا علماءِ راسخین کے طرز کو چھوڑنا

ایک ذہن سازی نوجوان مفتیانِ کرام کی یہ کی جا رہی ہے کہ وہ سمجھیں کہ علمائے کرام کے دو طبقات ہیں، ایک علماء راسخین اور دوسرے جدید محاذ پر کام کرنے

والے علمائے کرام اور یہ جو جدید محاذ پر کام کرنے والے علمائے کرام ہیں بس یہی سب کچھ ہیں اور ساری قابلیت، استعداد، خیالات کی پختگی، دینی و دنیاوی علوم میں رُسُوخ صرف انہی کو حاصل ہے اور انہی جدید محاذ پر کام کرنے والے علماء کرام کے اندر صلاحیت ہے کہ وہ عالمی سطح پر دیگر اقوام سے مکالمہ بھی کر سکیں اور امُت کی جدید مسائل میں راہ نمائی بھی کر سکیں۔ نیز یہ بات بھی ذہنوں میں بٹھائی گئی ہے کہ دیگر اسلامی ممالک میں انہی جدید محاذ پر کام کرنے والے علماء کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لہذا اس بات کی زور و شور کے ساتھ ترغیب چلائی جاتی ہے کہ نئے نوجوان علمائے کرام اپنے آپ کو علماء راسخین سے دور رکھیں، اور علماء راسخین کی نہج پر نہ چلیں بلکہ مختلف شریعہ سرٹیفیکیشن کریں، شریعہ ایڈوائزری بورڈز کے ممبر بنیں، اپنی کمپنیاں قائم کریں، اپنے اسٹارٹ اپس قائم کریں، میڈیا پر آئیں، کانفرنسوں کا انعقاد کروائیں، اور عصری تعلیمی اداروں کے ساتھ گھل مل جائیں۔ لازمی بات ہے کہ جب اس طرح کا اتحاد اور تعامل کیا جائے گا تو تھوڑی بہت لچک کا مظاہرہ تو کرنا ہی ہو گا یعنی پھر خواتین کے ساتھ تعامل اور اختلاط بھی ہو گا، تصویریں بھی بنیں گی، منکرات میں تھوڑا بہت شامل ہونا پڑے گا۔ دیکھیے یہ ساری چیزیں دنیا دار طبقے میں ہوتی تھیں مگر جس سُرعت کے ساتھ نوجوان مفتیانِ کرام ان منکرات کو اختیار کر رہے ہیں یہ بہت تشویش کی بات ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ذہن سازی بھی کی جارہی ہے کہ جدید محاذ پر کام کرنا علماء راسخین کا کام نہیں ہے، یہ فرسودہ اور دقیانوسی مدارس کے لوگ ہیں اور یہ معاشرے کیلئے مفید بھی نہیں، نعوذ باللہ۔ یہ تمام باتیں راقم کی ذہنی اختراع نہیں بلکہ مشاہدات پر مبنی ہے کہ کچھ مدارس کے نوجوان علمائے کرام کی ایک مُعْتَدبہ تَعْداد اس ذہنیت کی حامل ہو گئی ہے۔ اللہ پاک مدارس کی حفاظت فرمائے، آمین۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۴: اکابر کی رائے کو منظم طریقے سے روکنا

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش یہ ہے کہ اکابر کی کسی مسئلہ میں دی گئی رائے کو منظم طریقے سے روکا جائے۔ راقم کو ایک بہت ہی عجیب مشاہدہ ہوا اور وہ یہ کہ ایک مسئلہ سے متعلق اکابر میں سے ایک انتہائی معتبر شخصیت نے ایک اپنی رائے دی ہوئی ہے اور کئی پلیٹ فارمز پر دی ہوئی ہے جس میں تحریراً اور تقریراً دونوں ہی مواد شامل ہے۔ راقم کو براہ راست بھی ان بزرگ شخصیت سے بات کرنے کی توفیق ملی تو ان بزرگ شخصیت نے اپنی اُسی رائے کو راقم کے سامنے بھی دہرایا۔ اب ان بزرگ شخصیت کی رائے کو بڑے ہی منظم طریقے سے دھندلانے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اُنہوں نے یہ بات کی ہی نہیں اور نہ ہی اُن کی کسی جدید مسئلہ میں ایسی کوئی رائے ہے۔ عجیب بات اس میں یہ ہے کہ ایسا کرنے والوں میں اُن بزرگ کے گرد جو کچھ حلقہ احباب ہیں اور کچھ صاحبانِ علم ہیں، وہی یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور جان بوجھ کر منظم طریقے سے کر رہے ہیں۔ اس سے راقم کے اس تشویش کو مزید تقویت ملتی ہے کہ اکابر کی اپنی ایک رائے ہوتی ہے اور اس پر وہ جمے ہوتے ہیں، مگر کچھ خاص لوگ، جن کا ایک خاص ایجنڈہ ہوتا ہے، وہ اکابر کے آس پاس رہتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اکابر کی اس رائے کی نفی کرتے رہتے ہیں بلکہ ایسے تمام مواد اور لوگوں کو ان اکابر سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے ان کا نظریہ نہیں ملتا اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے یہ لوگ اپنی پوری کوشش کر کے یہ تاثر دینے کی

کوشش کرتے ہیں کہ کوئی دوسری رائے اور حقائق اکابر تک نہ پہنچ پائیں اور نہ ہی اکابر کی بات عوام تک پہنچ پائے اور اگر پہنچ بھی جائے تو یہ لوگ منظم طریقے سے اس کی نفی کر دیتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ حضرات چونکہ اکابر کے "قریب" ہیں لہذا ان کی بات کو تسلیم کیا جائے کہ اکابر نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے اکابر کو کہ ان کو ایسے لوگوں سے متعلق فراست ہے اور اکابر کو ان تمام باتوں کا ادرا ک بھی ہے۔

ہماری گزارش اس تناظر میں یہ ہوگی کہ مدارسِ دینیہ کے اکابر حضرات اپنے ارد گرد کے لوگوں پر خاص نظر رکھیں کیونکہ ایسے ہی حضرات اُمت میں افتراق کا ذریعہ بنتے ہیں اور انہی حضرات کی وجہ سے دیگر اکابرین میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور ایسے ہی حضرات کی وجہ سے یہ تاثر جاتا ہے کہ اکابر کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اسی سے اس تاثر کو بھی مزید تقویت ملتی ہے کہ گزشتہ کئی سالوں کی محنت سے اکابر حضرات کو ٹارگٹ کیا گیا ہے اور بجائے اس کے کہ اکابر کی براہ راست نفی کی جائے، اکابر کے ارد گرد جتنے بھی معتمد خاص لوگ ہیں، ان پر محنت کی جائے ، ان کے ذہنوں کو تبدیل کیا جائے اور "اپنے لوگ" مدارسِ دینیہ میں امپلانٹ یعنی مدارس کے سسٹم میں داخل کئے جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اکابر کو بذاتِ خود اپنے ادارے کی جانب سے اپنا موقف عوام تک پہنچانے میں مشقت ہوتی ہے۔ اس بات کو شطرنج کے کھیل کی مثال سے سمجھتے ہیں۔ شطرنج کے کھیل میں جب کسی مخالف بادشاہ کو مات کرنا ہدف ہوتا ہے تو اس مخالف بادشاہ کو براہ راست مارا نہیں جاتا بلکہ مخالف بادشاہ کے ارد گرد جتنے بھی مُہرے ہوتے ہیں ان کو شکست دی جاتی ہے اور بِالآخر بادشاہ کو بھی

شکست ہو جاتی ہے۔ اب مدارسِ دینیہ کے تناظر میں جو کچھ بڑے اکابر ہیں، ان کے ارد گرد کچھ صاحبانِ علم کے ذہنوں کو ہی کئی سالوں کی محنت سے تبدیل کر لیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کچھ دینی مدرارس کو بحیثیتِ ادارہ کسی مسئلہ میں اپنی رائے دینے میں دشواری ہوتی رہی ہے کیونکہ اندر ہی سے رکاوٹ ہے۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۵: تقریبِ ختمِ بخاری ہوٹلوں میں منعقد کرنا

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش یہ ہے کہ اسلاف کے طریقہ کار سے ہٹا جائے اور اسی سلسلے میں کچھ صاحبانِ علم جو کہ دیارِ مغرب سے تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں، مدارس سے دینی تعلیم بھی حاصل کی ہے اور پھر مدارس سے منسلک ہو گئے ہیں، اکابر کے نام لیوا بھی ہیں مگر دانستہ یا نادانستہ طور پر اکابر کے طرزِ عمل سے دوری اختیار کر رہے ہیں اور تقریبِ ختمِ بخاری اب عالیشان ہوٹلوں میں منعقد ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ اس میں کافی سارے مفاسد اکھٹے ہو رہے ہیں مثلاً تصویر کشی، فلم سازی، دینی تعلیم کی روح سے ہٹ کر ظاہری شان و شوکت کو ظاہر کرنا، طعام میں دستر خوان کی ترتیب سے ہٹ کر ٹیبل کرسی کو اختیار کرنا اور مسجد کے نورانی ماحول سے نکل کر ہوٹلوں میں ایسی تقاریب کو منعقد کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ وہ حضرات یہ سارا عمل مدارسِ دینیہ میں جِدَّت لانے کے عنوان سے کر رہے ہیں اور ان حضرات کا مَطمَعِ نَظر بادیُ النّظر میں یہ لگتا ہے کہ اُن کے ذہنوں میں یہ بات ہے کہ غیروں کی اچھی

چیزوں کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے اکابر کی کبھی بھی یہ سوچ اور عمل نہیں تھا کہ ظاہری شان و شوکت پر توجہ دیتے بلکہ وہ تو اخلاص کے پیکر تھے۔ وہ روکھی سوکھی کھا لیتے تھے، اسباب کے حساب سے وسائل کی تنگی تھی مگر غیروں کی اچھی چیزوں کو بھی بِالکُلّیہ اختیار نہیں کرتے تھے کیونکہ اس میں تشبہ بالکفار ہوتا بلکہ ہمیشہ اسلاف کے طریقہ کار کو اختیار کرتے تھے۔ ہم قارئین سے درخواست کریں گے کہ وہ ضرور حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس اللہ سرہ کی کتاب التشبہ فی الاسلام کا مطالعہ فرمالیں جس میں ان تمام مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے اور مختلف اشکالات کے جوابات شافی صورت میں دیئے گئے ہیں۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۶: ٹی وی پروگرامز اور مخلوط محفلوں میں جانا

ایک تاثر جو مدارسِ دینیہ کے نوجوان طلبائے کرام کے ذہنوں میں ڈالا جارہاہے وہ یہ کہ وہ یہ سوچیں کہ مدارس کی تعلیم سے فراغت کے بعد ان کے کیریئر کا کیا ہو گا اور ہماری رائے میں یہ بھی مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی ایک خفیہ کوشش ہے۔ یعنی کچھ صاحبانِ علم ان نوجوان طلبائے کرام کو باقاعدہ ترغیب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ جب آپ مدرسہ کی تعلیم سے فارغ ہو جائیں تو آپ ہمارے جیسے بنیں اور وُسعَت نَظَری کا مظاہرہ کرتے ہوئے متحرک ہوں، اور ٹی وی پروگرامز اور مخلوط محفلوں میں شرکت کریں۔ آپ نوجوان علمائے کرام جب معاشرے میں مکمل طور پر

Integrate گھل مل جائیں گے تو اس سے مدارسِ دینیہ کو تقویت ملے گی اور مدارس کا موقف میڈیا کے توسط عوام الناس تک آسانی سے پہنچے گا۔ اب جب نوجوان علمائے کرام اپنے سے بڑوں کو اس طرح کے ٹی وی پروگرامز اور مخلوط محفلوں میں جاتا دیکھتے ہیں تو وہ خود بھی اس عمل کو قابلِ رشک نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسی طرز پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابتداء میں تو محض چند افراد ہی مدارسِ دینیہ کے موقف کو میڈیا کے ذریعے عوام تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے مگر آہستہ آہستہ ایک کثیر تعداد نوجوانِ مفتیانِ کرام کی اب میڈیا کے ساتھ منسلک ہوگئی ہے اور اُن کا اوڑنا بچھونا میڈیا بن گیا ہے۔ مدارسِ دینیہ کو اس بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت ہے کہ مدارسِ دینیہ سے فارغ ہونے والے حضرات ظاہری و باطنی ہر طرح کے گناہوں سے اجتناب فرمائیں۔

مدارسِ دینیہ کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوشش نمبر ۱۷: "مولانا" اور "مفتی" کے القابات سے احتراز کرنا

مدارسِ دینیہ کو ختم کرنے اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں میں سے ایک کوشش یہ ہے کہ مدارسِ دینیہ کے طلباء کے ذہنوں میں عصری تعلیمی اداروں کی ڈگریوں کی اہمیت بٹھادی جائے اور نتیجتاً وہ معزز مذہبی القابات کو استعمال کرنے سے گریز کریں۔ یہ کوشش تو سامراجی دور سے کی جاتی رہی ہے کہ لفظ "مولانا"، "مُلا" اور "مولوی" کی تحقیر کی جائے اور عوام کو علمائے کرام سے متنفر کیا جاسکے۔

حضرت مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب دامت برکاتہم ایک سائل کے جواب میں یہ تحریر فرماتے ہیں۔

"""مولانا"، "ملّا" اور "مولوی" یہ الفاظ بالعموم اسلامی پیشواؤں کے لیے احترام و تعظیم کی غرض سے بولے جاتے تھے اور اب بھی شرفا کے ہاں تعظیم کے لیے ہی مستعمل ہیں۔ کسی عالم دین کے لیے ہمارے ہاں احتراماً "مولانا" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، افغانستان اور آزاد ریاستوں نیز ترکی تک "دینی عالم" کو ازراہِ احترام یا علمی فراوانی کی وجہ سے "ملا" یا "منلا" کہا جاتا تھا، ہمارے ہاں لفظ "علامہ" اسی کے مترادف استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا ترس ماہر علم کے لیے فارسی بولنے والے خطوں میں "مولوی" کا لفظ استعمال کیا جاتا رہا ہے اور وہیں سے ہمارے ہاں بھی وارد ہو کر عام استعمال میں آچکا ہے، جیسے "مولوی معنوی"، "مولوی عبدالحق" وغیرہ۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں

"مولوی اسی کو کہتے ہیں جو مولیٰ والا ہو، یعنی علم دین بھی رکھتا ہو اور متقی بھی ہو، خوفِ خدا وغیرہ اخلاقِ حمیدہ رکھتا ہو۔"

(التبلیغ، ص: ۱۳۳، جلد اول بحوالہ تحفۃ العلماء از مولانا محمد زید، جلد اول، ص: ۵۲، البرکۃ کراچی)

نیز لکھتے ہیں: ''مولوی میں نسبت ہے مولی کی طرف، یعنی مولیٰ والا''۔

(ایضاً)

الغرض یہ الفاظ اصطلاحی اعتبار سے ازراہِ احترام دین کے ماہر و مستند علما کے لیے ایجاد و استعمال ہوتے تھے۔ فی زمانہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے والا دین بیزار طبقہ، جو دین کو براہِ راست مطعون کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا، وہ علمائے دین سے تقدس واحترام کی چادر کھینچ کر اپنی مذہب بیزاری کی تسکین چاہتا ہے، اور یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ ایسے علما جو اپنے کردار و عمل کی بنا پر باطل کی آنکھوں کا کانٹا بنتے چلے آرہے ہوں، ہمیشہ سے باطل پرستوں کے نشانہ پر رہے ہیں، اور ان کے خلاف مختلف قسم کے پروپیگنڈے، الزامات اور بے توقیری کے القابات عام کیے جاتے ہیں، تاکہ عوام متنفر ہو کر ان سے دور ہو جائیں، اور علما سے دوری، دین سے دوری کا باعث ثابت ہوتا ہے، اس طرح دین بیزار طبقہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیابی ڈھونڈتا چلا آرہا ہے۔''

(مفتی رفیق احمد بالاکوٹی مدظلہ، مولانا، ملا اور مولوی کی اصطلاحات، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ، مارچ ۲۱۰۶)

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ القابات معزز ہیں اور اسلامی پیشواؤں کیلئے احترام و تعظیم کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں اور ان القابات کا استعمال صحیح جگہوں پر کرتے ہوئے اِحتِراز نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ ان القابات کے استعمال میں اِفُراط وتَفرِیط سے بھی گریز کرنا چاہیے، جیسا کہ تحریر ہے۔

"آج کل ہمارے معاشرے میں مذہبی القاب کے استعمال کرنے میں جو بے اعتدالیاں پائی جارہی ہیں، وہ کسی پر اوجھل نہیں۔ نام کے آگے القابات پر القابات جڑ دیے جاتے ہیں، خواہ وہ شخص ان صفات کا حامل ہو یا نہ ہو۔ آئے روز نئے سے نئے اور بڑے سے بڑے القابات سامنے آتے ہیں۔ بعض اوقات تو جلسوں میں اور بعض دیگر مجالس میں امیروں، وزیروں، عہدیداروں، پیروں اور خصوصاً علماء کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملادیئے جاتے ہیں، مثلاً کسی کے لیے حجۃ الاسلام، کسی کے لیے شیخ الاسلام، کسی کے لیے شیخ الفقہ، کسی کے لیے شیخ الحدیث، کسی کے لیے مفتی اعظم، کسی کے لیے خطیب بے بدل، خطیبِ زماں، نمونۂ اسلاف، محققِ دوراں، محقق العصر، علامۃ العصر، محدث العصر، فقیہِ زماں، جامعِ علوم عقلیہ و نقلیہ، شیخ المشائخ، اعلیٰ حضرت، مفکرِ اسلام، غزالیِ وقت،

غزالیِ دوراں، شہنشاہِ خطابت، محقق علی الاطلاق، محدثِ اعظم، شیخ الجامعہ، ولیِ کامل، رہبرِ شریعت، ثانیِ جنیدؒ، وغیرہ وغیرہ۔"

(مولانا سید محمد انور شاہ، مذہبی القابات اور ہماری بے اعتدالیاں، ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ، اگست ۲۰۱۹)

ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ بعض نوجوان مفتیانِ کرام بڑے فخر سے "ڈاکٹر" کے القابات اور مختلف عالمی شریعہ سرٹیفکیشن تو بہت فخریہ انداز میں اپنے نام سے پہلے استعمال کرتے ہیں البتہ وہ "مولانا"، اور "مفتی" کے القابات سے احتراز کرتے ہیں اور وہ یہ دنیاوی طبقہ کے اندر زیادہ کرتے ہیں اور غالباً وہاں ایسا کرنے سے ان میں سے کچھ حضرات کا مقصد یہ ہوتا ہو گا کہ وہ دنیادار طبقے کو باور کرواسکیں کہ دین دار طبقہ بھی یہ دنیاوی ڈگریاں لے سکتا ہے اور دنیاوی علوم میں کسی سے پیچھے نہیں۔ ہماری تشویش یہ ہے کہ ان نوجوان مفتیانِ کرام پر دنیاوی ڈگریوں اور "ڈاکٹر" جیسے القابات کا ایک سحر طاری کر دیا گیا ہے اور یہ نوجوان مفتیانِ کرام نے اب اپنے آپ کو دنیادار ڈگری والوں کی طرح ڈاھلنا شروع کر دیا ہے۔ ایسے نوجوان مفتیانِ کرام کہ خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ نوجوان مفتیانِ کرام تو دین کی اصل نمائندگی کرنے والے ہیں، آپ دین کو مستحکم کرنے والے ہیں، دین کے سپاہی ہیں، آپ حضرات نے ہی اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنی ہے لہذا مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ کو اپنی دینی نسبت ہونے پر فخر ہونا چاہیے چہ جائیکہ کہ "مولانا" اور "مفتی" کے القابات لگانے سے احتراز کیا کریں۔

خلاصہ مضمون اور مدارس کو کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں کے تدارک کے سلسلے میں چند گزارشات

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ مدارسِ دینیہ ہی وہ جگہیں ہیں جہاں پر دین اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور اگلی نسل میں منتقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ اگر ان مدارس کو اُن کی اصل شکل میں قائم رکھا گیا، جو کہ رہیں گے ان شاءاللہ تعالیٰ، اور مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں کا بروقت تدارک کیا گیا، تو ہم امید رکھتے ہیں کہ دین اپنی اصل شکل میں آئندہ نسلوں تک منتقل ہوتا رہے گا۔ اس سلسلے میں بندہ نے مدارس کو ختم اور کمزور کرنے کی خفیہ کوششوں کے تدارک کے سلسلے میں چند گزارشات پیش کی ہیں ان کا خلاصہ درجِ ذیل ہے۔

- ✓ تحقیق کے عنوان سے مدارس میں غیر معیاری و غیر سائنسی تحقیق کو پنپنے نہ دیا جائے اور ایسے لوگوں اور اداروں کی حوصلہ شکنی کی جائے جو کہ غیر معیاری و غیر سائنسی تحقیق ان مدارس میں رائج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔
- ✓ اگر کوئی سائنسی تحقیقی موضوع ہے جس پر تحقیق جاری ہے تو ایسے تمام مباحث کو علمی حلقوں تک محدود رکھا جائے اور عوامی سطح پر حتمی رائے پیش کرنے سے گریز کیا جائے تا آنکہ اس سائنسی مسئلے سے متعلق جمہور مفتیانِ کرام کی رائے نہ آجائے۔
- ✓ اگر جمہور مفتیانِ کرام کی رائے کسی مسئلے سے متعلق عدم جواز کی ہو تو تحقیق کی آڑ میں اس کے جواز کے دلائل کو کو عوامی سطح پر موضوعِ بحث نہ بنایا جائے اور نہ ہی

اس کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی جائے کیونکہ اس سے عوام کا مشتبہ چیزوں میں پڑنے کا اندیشہ ہو گا۔

- ✓ مدارس میں تحقیق کے حوالے سے ہرگز جمود نہ طاری کیا جائے بلکہ جس طریقے سے مستند مدارس میں تحقیقی کام چل رہا ہے اس کو مزید پروان چڑھایا جائے۔ البتہ چونکہ مدارس ہی کے اندر کچھ ایسے "ڈاکٹر" حضرات بھی آچکے ہیں جن کے ذہن مغربیت سے متاثر ہیں اور جو جمہور علمائے کرام کی رائے سے ہٹ کر انفرادی رائے رکھتے ہیں جو کہ سائنسی طور پر بھی درست نہیں لہذا اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ صرف اُن کی معلومات پر اندھا اعتماد نہ کیا جائے بلکہ سائنسی معلومات کئی عالمی سائنسی اور معاشی ماہرین سے لی جائیں تاکہ مسئلہ کی سائنسی ماہیت سمجھنے میں کوئی پروپیگنڈہ شامل نہ ہو اور اصل سائنسی حوالہ جات کی جانچ پڑتال بھی کی جائے۔ پھر جاکر کسی مسئلہ میں کوئی رائے قائم کی جائے۔
- ✓ کچھ مدارس میں مناقشات (تھیسس ڈیفینس) کے حوالے سے جو نئی ترتیب شروع ہوئی ہے اس میں محتاط رویہ اپنانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ اگر عصری تعلیمی اداروں کی نہج پر کیا جائے گا تو ہم سب کو علم ہے کہ عالمی سائنسی دنیا میں ہمارے اسلامی ممالک کے عصری تعلیمی اداروں کی تحقیق کیا حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا مدارسِ دینیہ مناقشات کے عنوان سے عصری تعلیمی اداروں کے کُلیتہ شرعیہ یا کُلیتہ اصول دین کے معیارات کو اپنانے کے بجائے اپنی نہج پر قائم رہیں اور اس بات کہ ذرہ برابر بھی کوشش اور فکر نہ کریں کہ دارالافتاء سے فارغ ہونے والے متخصصین حضرات اپنے فقہی تحقیقی مقالے پاکستانی غیر معیاری سائنسی جرائد یا عالمی غیر معیاری سائنسی

جرائد میں شائع کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عصری تعلیمی اداروں کے بیشتر پروفیسر حضرات کی اپنی کوئی عالمی سائنسی حیثیت نہیں ہے اور وہ وہی غیر معیاری سائنسی تحقیق کا معیار مدارس میں بھی رواج دیں گے۔لہذا پیسوں کے عوض کھلی رسائی والے جرائد، اور غیر معیاری سائنسی جرائد میں تحقیقی مقالے چھاپنے سے حتّی الاِمکان گریز کیا جائے۔

- ✓ مدارسِ دینیہ بذات خود کسی مسئلے میں فریق نہ بنیں یعنی مدارسِ دینیہ سے وابسطہ افراد کا کسی مسئلہ میں مفاد وابسطہ نہ ہونا چاہیے وگرنہ مدارسِ دینیہ کسی سائنسی مسئلہ میں غیر جانبدارانہ شرعی حکم نہ بتا سکیں گے۔
- ✓ جدید سائنسی مسائل بتاتے وقت اگر مدارسِ دینیہ نوجوان مفتیانِ کرام میں بنیادی سائنسی صلاحیت پیدا کر دیں کہ کس طریقے سے تعین کیا جائے گا کہ کون سی سائنسی تحقیق معیاری ہے اور کون سے سائنسدان عالمی طور پر مستند مانے جاتے ہیں تو اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ کسی بھی سائنسی مسئلے میں اس چیز کی اصل اور حقیقی ماہیت نکھر کر سامنے آئے گی جس سے مفتیانِ کرام کو صحیح مسئلہ اُمت کو بتانے میں سہولت ہو گی ورنہ بتائے گئے مسئلہ کی سائنسی بنیاد کمزور اور درست نہ ہو گی۔
- ✓ مدارسِ دینیہ ٹیکنالوجی سے متعلق ایسے کورسس کروانے اور اس کے ذریعے سے پیسے کمانے کے طریقے نوجوان مفتیانِ کرام کو سکھانے سے اجتناب کریں جس ٹیکنالوجی کے مشتبہ ہونے کا شبہ ہے۔
- ✓ حکومتی شریعہ ایڈوائزی بورڈز میں صرف انہی لوگوں کو آگے جانے دیا جائے جو مُتَصَلِّب ہوں اور جمہور اور اکابر حضرات کی رائے کو ہی فوقیت دی جائے۔ اگر تحقیق

سے کسی شریعہ ایڈوائز کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ جمہور کی رائے سے ہٹ کر رائے اختیار کر رہے ہیں اور اپنے ایجنڈے کی ترویج و اشاعت کیلئے اپنے شریعہ ایڈوائزری بورڈ کے عہدے و حکومتی وسائل کو استعمال کر رہے ہیں تو اُن کے خلاف بڑے اکابرین کے مشورے سے تادِیبی کارُرَوائی کے بارے میں سوچا جائے اور آئندہ کیلئے اُن کو شریعہ ایڈوائزی بورڈ کا ممبر نہ بننے دیا جائے۔

- ✓ مدارس کے اندر اکابرین کی مشاورت سے ایسا نظم بنایا جائے کہ کوئی نوجوان صاحبِ علم اپنے "مفتی" کے ٹائٹل کو استعمال کرتے ہوئے عوامی سطح پر جمہور علمائے کرام کی رائے سے نہ ہٹے تاکہ عوام گمراہی سے بچے رہیں۔
- ✓ اسمارٹ فون سے متعلق اکابر علمائے کرام کی رائے کو پیشِ نظر رکھا جائے اور مدارس کے پاکیزہ ماحول کو اس سے دور رکھا جائے۔
- ✓ مدارس کے نصاب کی تبدیلی سے حتیٰ الامکان گریز کیا جائے اور اُن مدارس کی حوصلہ شکنی کی جائے جو کہ روایتی دینی کُتب کو فرسودہ بیان کر رہی ہیں۔ نیز نصاب میں تبدیلی ضرورت کے درجے میں ہونی چاہیے مگر اس کیلئے وفاق المدارس کے متعلقہ فورم سے ہی رجوع کیا جائے اور اُنہی اکابرین کی سفارشات پر عمل کیا جائے جو کہ نصاب کمیٹی میں شامل ہیں۔
- ✓ انگریزی سکھانے کی آڑ میں ایسے علمائے کرام کہ جن کو انگریزی نہیں آتی، اُن کی ہرگز تحقیر نہ کی جائے بلکہ نوجوان مفتیانِ کرام کی ذہن سازی کی جائے کہ وہ یہ سوچ رکھیں کہ اصل علم ان روایتی علمائے کرام اور مدارس کے مُدَرِّسین کے ہی پاس ہے چہ جائے کہ اُن کی انگریزی نہ آنے کی وجہ سے تحقیر کی جائے۔

- ✓ دینی علوم حاصل کرنے کیلئے روائیتی دینی کُتب پر ہی انحصار کیا جائے چہ جائے کہ مستشرقین اور عصری دینی تعلیمی اداروں کی کُتب بنیادی مآخذ کے طور پر مدارس میں رائج کی جائیں۔
- ✓ معاشیات کے علوم کیلئے عالمی سائنسی و معاشی ماہرین کی تحقیق کو پڑھنے کو رواج دیا جائے اور اُن کی سائنسی تحقیق پر ہی مسئلہ کی بنیاد رکھی جائے اور غیر معیاری و غیر سائنسی تحقیق میں ہرگز ہرگز پاکستانی اور عالمی غیر معیاری سائنسی جرائد کو فوقیت نہ دی جائے بلکہ ایسے تمام جرائد کی نِشاندَہی کرکے مدارس میں تخصص کے طلبائے کرام کو اُن جرائد میں چھاپنے کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔
- ✓ مسائل کا متبادل حل دیتے وقت شریعت کے احکامات کے دائرہ میں رہتے ہوئے متبادل حل ڈھونڈا جائے۔

یہ چند گزارشات تھی جو کہ راقم نے مدارس سے متعلقہ حضرات کی خدمت میں پیش کردیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمارے مدارسِ دینیہ کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے، اور علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

کلماتِ تشکر

میں اپنے شیخ اور استادِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد نعیم میمن صاحب دامت برکاتہم (جو کہ خلیفہ مجاز ہیں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمتہ اللہ علیہ اور ابھی خلافتِ جدید اُن کو حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے ملی ہے) کا انتہائی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرمائی اور خاص طور پر اس مضمون کو دیکھا، میری غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور مجھے اپنی قیمتی آراء سے مستفید فرمایا جس سے اس مضمون کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی الحمدللہ۔ میں اللہ پاک سے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت میرے اس مضمون کو امتِ مسلمہ کیلئے باعث خیر وبرکت بنائے، میری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

کچھ ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی کے بارے میں

جنہیں دنیا کے ایک فیصد بہترین سائنسدانوں کی فہرست میں تین مرتبہ شامل کیا گیا!

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی منسٹر ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی (MTU) آئرلینڈ کے کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ میں لیکچرار ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے بلاک چین، وائرلیس نیٹ ورک، ٹیلی کمیونیکیشن اور کمپیوٹر سائنس کے موضوع پر تدریس و تحقیق انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے ۲۰۱۱ میں یونیورسٹی آف پیرس VI، فرانس سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس سے پیشتر انہوں نے ماسٹرز فرانس ہی کی یونیورسٹی آف پیرس XI سے ۲۰۰۸ میں کیا اور انہوں نے کمپیوٹر سسٹم انجینئرنگ کی ڈگری ۲۰۰۴ میں مہران یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، پاکستان سے حاصل کی۔ انہوں نے آٹھ کتابیں لکھیں ہیں جن میں سے دو کتابیں بلاک چین ٹیکنالوجی سے متعلق ہیں، جس میں سے ایک کتاب کو باقاعدہ ٹیکسٹ بک کے طور پر آئرلینڈ میں ماسٹرز کے نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ بلاک چین کے موضوع پر اُن کے دسیوں تحقیقی مقالے دنیا کے بہترین تحقیقی جرائد کے اندر شائع ہو چکے ہیں۔ نیز دو طالبعلموں نے بلاک چین کے موضوع پر اُن کی سُپرویژن میں پی ایچ ڈی آسٹریلیا سے مکمل کی ہے۔ انہیں کمپیوٹر

سائنس کے شعبے میں اُن کی سائنسی تحقیق کی بنیاد پر مسلسل تین سالوں سے یعنی سن ۲۰۲۰، ۲۰۲۱ اور ۲۰۲۲ میں دنیا کے ایک فیصد بہترین سائنسدانوں کی فہرست میں میں شامل کیا گیا۔

ڈاکٹر مبشر کو ایڈوانس ایچ ای (ہائر ایجوکیشن اکیڈمی)، برطانیہ کی جانب سے اُن کی ٹیچنگ اینڈ لرننگ میں کامیابی کی اعتراف میں سینئر فیلو کا درجہ دیا گیا ہے۔ سینئر فیلوشپ ان پروفیشنلز کی دی جاتی ہے جو کہ اعلیٰ تعلیم و تدریس میں بین الاقوامی معیار پر پورا اترتے ہیں اور جن کی تعلیمی و تدریسی خدمات ایسی بنیاد فراہم کرتی ہے جس سے دوسرے پروفیشنلز کی تدریسی و تعلیمی سرگرمیوں پر براہ راست اثر پڑتا ہے جو اعلیٰ معیار کی تعلیم سکھاتے ہیں۔ڈاکٹر مبشر کو حکومتِ آئرلینڈ، ڈیپارٹمنٹ آف ہائیر ایجوکیشن، سائنس اور ریسرچ کے ذیلی ادارے SFI یعنی سائنس فاؤنڈیشن آئرلینڈ- CONNECT کنیکٹ ریسرچ سینٹر کی جانب سے ایجوکیشن اور پبلک انگیجمنٹ ایوارڈ ۲۰۲۲ Education and Public Engagement Award دیا گیا ہے۔ یہ ایوارڈ ہر سال اُن سائنسدانوں کو دیا جاتا ہے جو کہ عوام الناس میں سائنسی شعور اجاگر کریں اور بہترین سائنس کمیونیکیش سرانجام دیں یعنی سائنس کا ترجمان بن کر اپنی سائنسی تحقیق کو عوام الناس تک آسان الفاظ میں پہنچائیں۔

انہیں بین الاقوامی اور قومی سطح پر کئی بہترین تحقیقی مقالوں کے ایوارڈ مل چکے ہیں جن میں سے آئی ای ای ای IEEE کی ٹیکنیکل کمیٹی آن کمیونیکیشن سسٹمز انٹیگریشن اینڈ ماڈلنگ (CSIM) سے بہترین تحقیقی مقالے کا ایوارڈ حاصل کیا جو کہ انہیں IEEE ICC 2017 میں ملا۔ نیز حکومتِ پاکستان کی منسٹری آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے ذیلی ادارے پاکستان کونسل برائے سائنس اور انجینئرنگ نے تمام سائنسی شعبوں میں پاکستان بھر کے سائنسدانوں کی رینکنگ کی جس میں انہیں اول نمبر پر آنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔انہیں ۲۰۱۷ میں ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC)، حکومت پاکستان کی جانب سے بہترین تحقیقی مقالے کا ایوارڈ بھی ملا ہے۔ نیز انہیں جرنل آف نیٹ ورک اینڈ کمپیوٹر اپلی کیشنز سے ۲۰۱۸ کے بہترین تحقیقی مقالے لکھنے پر بھی ایوارڈ ملا ہے۔ ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی اس وقت دنیا کے بہترین سائنسی جرائد کے ایڈیٹر اور ایریا ایڈیٹر کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں اور ان کے تحقیقی مقالوں کی تعداد سو سے اوپر ہے۔